رسالہ تراویح

از

حضرت مولانا غلام رسولؒ

قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

مع

ترجمہ ینابیع

از

شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

رسالۂ تراویح

مصنفہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم غیر مقلد قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ جس میں انہوں نے مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس فتویٰ کا علمی اور تحقیقی طور پر خوب ردّ کیا ہے کہ بیس تراویح کا کوئی ثبوت نہیں اور بیس رکعت تراویح ادا کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی (معاذ اللہ تعالیٰ) مولانا غلام رسول صاحبؒ نے اس بے بنیاد فتویٰ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دی ہیں اور مفتی محمد حسین صاحب کو غالی کا لقب دیا ہے۔

ترجمۂ ینابیع

از

ابوالزاہد محمد سرفراز

نام کتاب.......... ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح

تالیف.............. غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ

ترجمہ.............. حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ

ناشر............... مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

تاریخ طباعت...... مئی 2010ء

مطبع............... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

قیمت............... تیس روپے (۳۰/-)

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ کتب خانہ مجیدیہ ملتان
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الاظہر بانو بازار رحیم یار خان
☆ اقبال بک سنٹر نزد صالح مسجد صدر کراچی
☆ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد
☆ مکتبہ عثمانیہ میاں والی روڈ تلہ گنگ
☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد
☆ مکتبہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت
☆ مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ ظفر اسلامی کتب خانہ گکھڑ
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ.

اصلاح عقیدہ کے بعد تمام عبادات میں نماز کا درجہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے یہ ایسی جامع عبادت ہے جس میں زبان بدن اور مال (جس سے لباس خریدا جاتا ہے۔ کیونکہ تن پوشی بھی نماز میں حسب مراتب ضروری ہے) سب شریک ہوتے ہیں اور نماز فی نفسہٖ بڑی عبادت اور تقرب خداوندی کا عمدہ ذریعہ ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز کا درجہ پچیس ۲۵ یا ستائیس ۲۷ گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے اور رمضان شریف میں ہر نیکی کا اجر و ثواب مزید بڑھ جاتا ہے لہٰذا رمضان مبارک کے مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت مطلوب ہے پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو التزام کے ساتھ تراویح کی نماز میں شریک ہوتے ہیں اور بیس ۲۰ تراویح پڑھ کر اپنی آخرت کا بہتر سے بہتر ذخیرہ بناتے ہیں اس مختصر رسالہ میں تراویح کے بیس ۲۰ ہونے کا علمی اور تحقیقی طور پر مختصر ذکر کیا گیا ہے ذیل کے امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اصل کتاب کو غور سے پڑھیں۔

① آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی راتوں میں خود بھی

خاص اہتمام کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی اور تین راتیں (۲۳، ۲۵، ۲۷ رمضان) آپ نے باجماعت نماز پڑھائی مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے آپ نے جماعت ترک کر دی اور لوگوں کو یہ نماز گھروں میں پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے رمضان یا ان تین راتوں میں کتنی رکعت نماز تراویح پڑھی یا پڑھائی حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے رمضان میں بیس ۲۰ رکعتیں پڑھیں مگر اس کی سند ضعیف اور کمزور ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت (موارد الظمآن صہ ۲۳۰ وغیرہ) میں ہے کہ آپ نے آٹھ ۸ رکعت پڑھائیں لیکن اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ضعیف اور کمزور راوی ہے اس لیے قطعیت اور تعیین کے ساتھ یہ بتانا نہایت ہی مشکل ہے کہ آپ نے رمضان میں کتنی تراویح پڑھیں اور پڑھائیں، یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم نواب نورالحسن خان صاحب رہ لکھتے ہیں کہ و بالجملہ عدد معین در مرفوع نیامدہ (العرف الجادی صہ ۸۴ طبع بھوپال ۱۳۰۱ھ) یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کسی مرفوع حدیث میں تراویح کا عدد معین نہیں آیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تقریباً اڑھائی سال تک رہی اور اندرونی اور بیرونی فتنے اس قدر برپا ہوئے کہ ان کو ان سے فارغ ہو کر کسی اور طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا تا آنکہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوتے تو ان کی خلافت میں تقریباً ۱۴ھ سے باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز تراویح شروع ہوئی اور آخر میں انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے اندر بیس ۲۰ رکعت کا حکم دیا اور ان کے حکم سے بیس ۲۰ رکعتیں ہوتی رہیں اور تقریباً تمام حضرات صحابہ کرامؓ کا اس پر اتفاق و اجماع ہو گیا اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا چنانچہ علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ اور امام شمس الدین ابن

قدامہؒ اس کارروائی کو کالاجماع سے تعبیر کرتے ہیں (مغنی جلد ا صـ۸۰۳ و شرح مقنع جلد ا صـ۷۵۲ بر حاشیہ مغنی) اور اس وقت سے لے کر تقریباً ۱۲۸۴ھ تک مختلف مکاتب فکر کے لوگ اسی پر عمل کرتے رہے اور کسی نے اس کے خلاف کرنے کی جرأت نہ کی۔

(۲) دیگر اسلامی ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی سبھی حضرات بیس۲۰ رکعت تراویح ہی پڑھتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رہ کا خاندان ہندوستان میں علوم دینیہ کی تدریس و تبلیغ اور توحید و سنت کی نشر و اشاعت میں سب سے پیش پیش تھا اور یہ حضرات بھی تراویح ۲۰ رکعت ہی پڑھتے تھے اور دلائل کے ساتھ وہ بیس۲۰ ہی ثابت کرتے تھے اگر بیس۲۰ رکعت کی ادائیگی میں سنت کی مخالف بلکہ اس کی بُو تک بھی پیدا ہوتی تو یہ حضرات کبھی بیس۲۰ نہ پڑھتے اور علی الخصوص حضرت شاہ اسماعیل شہید رہ اس کے قریب بھی نہ جاتے جو خلاف سنت کاموں کے خلاف ہمیشہ کوشاں رہے۔ چونکہ یہ ایک گونہ اجماعی مسئلہ تسلیم کیا جاتا تھا اس لیے اس کے خلاف لب کشائی کسی کو بھی گوارا نہ تھی جب ۱۲۸۴ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر اکبر آباد میں کسی غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں تو اس فتویٰ کے خلاف طوفان برپا ہوگیا اور اسی سن میں مطبع لطافت آگرہ سے ایک رسالہ بنام استفتاء التراویح طبع ہوا جس میں اس علاقہ کے تقریباً اٹھارہ۱۸ علماء کرام کے پُر زور فتوے اس میں طبع ہوئے اور عوام الناس کو اس فتنے سے آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا فیض احمد صاحبؒ اپنے فتوی میں تراویح کے بیس۲۰ ہونے کے چند حوالے درج فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں کہ "اور اسی طرح بہت سی کتابوں فقہ میں بیس۲۰ رکعت سنت ہونے تراویح میں صراحۃً مذکور ہیں اور اجماع اہل الاسلام شرقاً و غرباً اور حرمین شریفین

زاد ہما اللہ شرفاً جاری و رائج ہیں کسی شخص نے اہلِ اسلام سے اس امر میں آج تک خلاف نہیں کیا اور مخالف اس کا مبتدع ہے " فیض احمد (رسالہ استفتاء التراویح ص۲۲ و ص۲۳ مطبع لطافت آگرہ) اور حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب الثانی رہ طویل بحث کرتے ہوئے اپنے فتوے میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ، مولوی عبدالحی صاحبؒ اور مولوی اسماعیل شہید مرحوم و مغفور نے بھی کہ اس زمانۂ آخر میں کیسے محیٔ سنت اور قامع بدعت ہوئے ہیں اور از شرق تا غرب اُن کی ہدایت کا نور مثل شمس نصف النہار کے تاباں و درخشاں ہے ایسا کلمہ (کہ بیس ۲۰ رکعت خلاف سُنت ہیں) زبان پر نہ لائے بلکہ خود وہ حضرات عالیات ہمیشہ بیس ۲۰ رکعت پڑھتے تھے۔ نہ کبھی آٹھ رکعت پڑھی نہ اس کا حکم دیا اھ (ص۱۲)

(۳) ہماری دانست کے مطابق خطۂ پنجاب میں سب سے پہلے جن صاحب نے تراویح کے آٹھ ہونے کا فتویٰ دیا ہے وہ مولوی مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی گورداسپوری ہیں (اور خیر سے گورداسپور کا ضلع فتنوں کے لیے ایسا زرخیز رہا ہے کہ کسی دوسرے ضلع کو یہ نصیب حاصل نہیں ہو سکا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسٹر غلام احمد صاحب پرویز مولوی سردار احمد صاحب لائلپوری، اور سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، اسی ضلع سے نمودار ہوتے ہیں) جو اس علاقہ کے غیر مقلدین حضرات کے روحِ رواں تصور ہوتے تھے ان کے فتویٰ کا جواب اگر کوئی حنفی یا مقلد عالم دیتا تو باوجود معقول اور درست ہونے کے کہنے والے اس کو تعصب کی پیداوار کہہ دیتے لیکن پروردگار نے یہ کام ایک اہل حدیث اور غیر مقلد عالم سے لیا یعنی حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ قلعہ میہاں سنگھ

ضلع گوجرانوالہ جن کو غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی رح سے شرف تلمذ حاصل تھا چنانچہ الحیات بعد الممات میں ان کے تلامذہ میں ان کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو ص۲۹) اور تاریخ اہلحدیث ص۴۲۳ میں حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں ان کا نام اس عنوان سے ص۲۱ میں مذکور ہے مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ - جن کا علم عمیق اور تقویٰ و ورع مشہور تھا اور انہوں نے انتہائی مدلل طریقہ سے خالص علمی رنگ میں مفتی محمد حسین صاحب کے فتویٰ کا جواب دیا اور اس میں پوری دلسوزی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے اور مفتی صاحب کے بیجا غلو اور تعصب کو طشت ازبام کیا ہے۔ چنانچہ مولانا ایک مقام میں مفتی محمد حسین صاحب کے غلو کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فعل صحابہ رض و تابعین و ائمہ اربعہ و فعل سواد اعظم مسلمین شرقاً و غرباً از عہد عمر فاروق رض تا ایں وقت ہمہ بیست ۲۰ وسہ میخوانند بخلاف ایں مفتی غالی کہ بدعت و مخالف سنت میگوید و راہ افراط مے پوید۔

حضرات صحابہ کرام رض ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی عظیم جماعت کا عمل یہ ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رض کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں تیئیس ۲۳ رکعت ہی پڑھتے رہے بخلاف اس غالی مفتی کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ پر چلتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رض کے دور سے لے کر ۱۲۹۰ھ تک جس میں مولانا غلام رسول صاحب رح نے یہ کتاب لکھی ہے۔ مولانا موصوف کے علم میں کوئی بیس ۲۰ رکعت تراویح کے خلاف نہ تھا اور سبھی ۲۰ بیس ہی کو سنت سمجھتے اور ادا کرتے تھے مگر مفتی محمد حسین صاحب اور اسی طرح کے

بعض اور غلو پسند لوگوں نے امت مسلمہ کی وحدت میں افتراق کی راہ پیدا کر دی اور آزادی پسند اور تن آسانی چاہنے والوں کے لیے ایک ایسا چور دروازہ کھول دیا جو دن بدن کشادہ تر ہوتا جا رہا ہے اور اس کے بند ہونے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آرہی اور حقیقت یہ ہے کہ جو بھی غلط نظریہ اس دور میں پیش کیا جائے اس کو قبول کرنے والے لپک کر لبیک کہتے ہیں، توحید و سنت کے خلاف شرک و بدعت زوروں پر ہے ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کا کھلے طور پر انکار ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کو الٹا اسلام ثابت کیا جا رہا ہے۔ حدیث شریف کا انکار کیا جا رہا ہے حضرات صحابہ کرام رضؓ پر کھلے بندوں تنقید ہو رہی ہے۔ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں شکوک و شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں وہ کون سی بدی اور بد عقیدتی ہے جس کو تحریر و تقریر کے زور سے اس پُر فتن دور میں پھیلایا نہیں جا رہا فالی اللہ المشتکیٰ۔ مولانا غلام رسول صاحبؒ ہی ایک اور مقام پر اس غالی مفتی پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

وایں مفتی بسینہ زوری اعمال متبعان سنت را بدعت میگوید و سواد اعظم را از صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ و علماء شرق و غرب از عہد عمرؓ بن الخطاب تا امروز مخالف سنت قرار مے دہد۔

اور یہ مفتی (محمد حسین صاحب) سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک حضرات صحابہ کرامؓ تابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ کی عظیم جماعت اور مشرق و

ومغرب کے علماء کے عمل کو مخالف
سنت قرار دیتا ہے (العیاذ باللہ تعالےٰ)
حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل سے خدا خوفی نکل جاتی ہے
تو اس کی زبان و قلم میں اتنی اور ایسی بے باکی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جمہور
اُمت تو درکنار حضرات صحابہ کرام رض بلکہ حضرت عمر رض بن الخطاب جیسے
خلیفہ راشد کے فعل کو بھی بدعت اور مخالف سُنت کہنے سے دریغ نہیں
کرتا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے بیباک لوگوں کے بدنظریات سے
محفوظ رکھے (آمین)

(۴) مولانا غلام رسول صاحب کا رسالہ تراویح جو جناب قاضی امام الدین صاحب
اور قاضی ضیاؤ الدین صاحب رح کی کوشش سے ۱۲۹۱ھ میں
مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا تھا وہ فارسی زبان میں ہے اس
وقت مسلمانوں کی اکثریت فارسی کو اس طرح باآسانی سمجھ سکتی تھی
جس طرح کہ آج عموماً اردو زبان سمجھی جاتی ہے اور اب بھی
اہل علم کے لیے تو ضرورت نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جاتا مگر
عامۃ المسلمین کی خاطر اس کا ساتھ ہی اُردو میں سلیس اور قدرے آزاد
ترجمہ کر دیا گیا ہے تاکہ جہاں خواص اس سے مستفید ہوں
وہاں عوام بھی مولانا موصوف کے علمی جواہر ریزوں سے لطف
اندوز ہوں، مولانا موصوف نے اپنے رسالہ میں جن کتابوں کا حوالہ دیا
ہے ہم نے اصل کتابوں کے جو دستیاب ہو سکی ہیں حوالے
بھی حاشیہ پر درج کر دیئے ہیں تاکہ اہل علم کو تلاش کرنے
میں دقت پیش نہ آئے بعض مشکل الفاظ کی تشریح مولانا
موصوف رح نے بین السطور درج فرمائی ہے ہم نے وہ بھی
باقاعدہ نقل کر دی ہے کہیں بین السطور اور کہیں حاشیہ پر تاکہ

ان کے قلم سے نکلا ہوا کوئی بھی بابرکت جملہ چھوٹنے نہ پائے اور جناب قاضی ضیاؤ الدین صاحبؒ (اور ایک آدھ مقام پر ظفر الدین صاحبؒ) نے مختصر سا حاشیہ بعض مقامات پر لکھا ہے ہم نے وہ بھی بعینہٖ نقل کر کے اس کا ترجمہ بھی اپنی طرف سے ساتھ لکھ دیا ہے تاکہ عوام بھی اس حاشیہ کے مطلب اور مفہوم کو سمجھ سکیں ایک دو مقام پر حاشیہ کچھ ایسے انداز سے ہے کہ معنی خیز معلوم نہیں ہوتا اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے، اہل علم کے ہاں اگر اس کا کوئی اور نسخہ ہو یا وہ اس کا بہتر مطلب واضح کر سکیں تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ طبع جدید میں اصلاح کر کے ان کے مشکور ہوں گے۔

(۵) مولانا موصوف رہ نے اصولی طور پر تراویح کے بیس ۲۰ رکعت ہونے پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں تراویح بیس ۲۰ رکعات ہوتی تھیں جیسا کہ امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں بھی بیس ۲۰ ہی پڑھی جاتی رہی ہیں اور چونکہ یہ حضرات خلفاء راشدینؓ میں تھے اور ان کی سنت کی پیروی کرنا ہم پر صحیح حدیث کے رُو سے لازم ہے اس لیے بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنے والے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضہ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ حضرات صحابہ کرام رضہ تابعینؒ ائمہ اربعہؒ اور جمہور سلف و خلف کی معیت اس پر مستزاد ہے حضرات خلفاء راشدین رضہ کی سنت کی پیروی کرنے کی جس حدیث کا حوالہ مولانا موصوف رہ نے اجمالاً بیان کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا

ہے کہ ہم اس کی قدرے تفصیل کر دیں۔ حضرت عرباض رضؓ بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) روایت کرتے ہیں کہ :-

صلّٰی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه فوعظنا موعظةً بلیغةً ذرفت منها العیون و وجلت منها القلوب فقال رجل یا رسول الله کأنّ هٰذه موعظة مودّع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان کان عبدًا حبشیًا فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایّاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔

(رواه احمد جلد ۴ ص ۱۲۶ و ابو داؤد جلد ۲ ص ۲۷۹ والترمذی ج ۲ ص ۹۲ و ابن ماجه ص ۵ ج ۱ الا انّهما لم یذکرا الصلوٰة،

ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں (صبح کی) نماز پڑھائی پھر اپنا رُخ مبارک ہماری طرف پھیر کر ہمیں انتہائی مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہ پڑے اور دل خوفزدہ ہو گئے اس وقت ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ گویا یہ رخصت کرنے والے کا وعظ ہے سو آپ ہمیں کچھ وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور امیر وقت کی (جو مسلمان اور عادل ہو) بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا تاکیدی حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ (کالا کلوٹا) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا پس تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین رضؓ کی سنت لازم ہے جو ہدایت یافتہ ہیں ان مذکورہ سنت

کو تم مضبوطی سے پکڑو اور اس کو اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ اور تم نئے نئے امور سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز (جو دین میں نکالی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

مشکوٰۃ جلد ۱ ص۲۹ و ص۳۰)

اِن کتابوں کے علاوہ یہ روایت موارد الظمآن ص۵۶ طبع مصر میں بھی ہے اور اس میں صلی بنا رسول اللہ علیہ وسلم الصبح ذات یوم الخ کے الفاظ ہیں اور یہ روایت مستدرک حاکم جلد ۱ ص۹۶ میں بھی موجود ہے امام حاکم رح اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ھٰذا اسناد صحیح علی شرطھما جمیعًا ولا اعرف له علة " — یہ سند بخاری رح اور مسلم رح دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور مجھے اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہے۔

اور ناقدِ فنِ رجال علامہ ذہبی رح فرماتے ہیں صحیح لیس له علة کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی علت موجود نہیں ہے (تلخیص المستدرک جلد ۱ ص۹۶) اور امام ترمذی رح اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قواعد عربی کے لحاظ سے حضرات خلفاء راشدین رض کی سنت کے وجوب اور لزوم اور اس کی مخالفت سے گریز و اجتناب کی جتنی ممکن تعبیریں ہو سکتی تھیں اس حدیث میں صاف طور پر ارشاد فرمادی ہیں مثلاً۔

① علیکم بسنتی وسنة الخلفاء کے جملہ میں آپ نے ان کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ خلیفہ کا حکم اتنا

ہی واجب الاتباع ہوتا ہے جتنا کہ اصل کا ورنہ خلیفہ ہونے کا مطلب ہی کیا؟ یعنی اتباع اور پیروی کے لحاظ سے جو حکم اصل کا ہے وہی خلیفہ اور نائب کا ہے۔

(۲) آپ نے اس لزوم کو لفظ علیکم سے ادا فرمایا ہے اور یہ لفظ وضعاً لزوم کے لئے آتا ہے گویا آپ نے حضرات خلفاء راشدینؓ کی سنت کو بھی ویسا ہی لازم اور ضروری قرار دیا جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت لازم اور ضروری ہے۔ حافظ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ:-

علی للاستعلاء حسًا ومعنیً فهی فی الایجاب حقیقة فانه یعلو المکلف اھ (التحریر فی اصول الفقه ص۲۰۳ طبع مصر)

یعنی لفظ علیٰ حِسًّا و معنًی برتری و غلبہ کے لیے آتا ہے پس حقیقتہً وہ ایجاب میں مستعمل ہوتا ہے کیونکہ وہ مکلف پر لازم اور غالب ہوتا ہے۔

اور علامہ صدر الشریعۃ فرماتے ہیں کہ:-

علی للاستعلاء ویراد به الوجوب فی علیّ دین لان الدین یعلوه ویرکبه، معنیً اھ (التوضیح مع التلویح ص۲۶۷)

لفظ علیٰ استعلاء کے لیے آتا ہے اور عَلَیَّ دین (کہ مجھ پر قرضہ ہے) کے جملہ سے مراد وجوب ہوتی ہے کیونکہ قرض ایسی چیز ہے جو معنیً مقروض پر غلبہ پاتا اور اس پر سوار ہوتا ہے۔

اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رہ فرماتے ہیں کہ:-

فان لفظ علیکم یدل علی اللزوم وضعًا والمعطوف فی حکم المعطوف علیه لغةً

اس میں شک نہیں کہ لفظ علیکم وضعًا لزوم پر دلالت کرتا ہے اور معطوف لغت میں معطوف علیہ کے

فثبت به لزوم سُنّة الخلفاء کلزوم سُنّة الرسول صلی اللہ علیہ و سلم فلا یصح التفرقة بینهما بالسُّنِّیَّة والندب فان المندوب لا یکون لازماً۔

(اعلاء السنن جلد ۷ ص۴۵)

حکم میں ہوتا ہے پس اس لفظ سے خلفاء کی سُنّت کا لزوم بھی اسی طرح ثابت ہوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّت لازم ہے سو ان دونوں میں سُنّیت اور استحباب کا تفرقہ درست نہیں ہے (کہ آپ کی پیروی تو سنت ہو اور حضرات خلفاء راشدینؓ کی مستحب ہو جیسا کہ بعض نے یہ سمجھا اور کہا ہے) کیونکہ مستحب لازم نہیں ہوتا۔

اِن تمام اقتباسات سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ لفظ علیٰ وضعاً لزوم اور وجوب کے لیے آتا ہے تو آپ کی سُنّت کی طرح خلفاء راشدینؓ کی سنّت بھی لازم ہے۔

③ اور لفظ سُنّت کی الخلفاء کی طرف اضافت ایک الگ قرینہ اور دلیل ہے کہ خلفاء کی سُنّت لازم ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ کے باقی احاد و افراد کی اتباع اور پیروی بھی تو ما انا علیہ واصحابی کی حدیث کے پیش نظر مامور اور مستحب ہے، اگر سنّت خلفاءؓ کا بھی یہی مقام اور درجہ ہو۔ تو وجہ تخصیص باقی نہیں رہتی اور خلیفہ کا امتیاز کچھ نظر نہیں آتا حالانکہ یہ صحیح حدیث اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے خلفاء اور غیر خلفاء کا فرق نمایاں اور عیاں کرتی ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

④ اور اس حدیث میں آپ نے خلفاء کو راشدین فرمایا ہے اور روشن بات ہے کہ رُشد اور درست امر کی اتباع لازم ہے اور

اس کے مقابلہ میں جو عمل ہوگا وہ غیر رُشد ہوگا اور جب وہ بھلائی اور رُشد نہ رہا تو اس سے اجتناب لازم اور ضروری ہے۔

۵ راشدین کے بعد آپ نے مہدیّین کا لفظ فرما کر اس بات کو اور مضبوط اور مؤکد کر دیا ہے کہ جب وہ حضرات ہدایت یافتہ ہیں تو ان کی اتباع اور پیروی لازم ہوگی کیونکہ اگر مہدیین کی اتباع لازم نہ ہو تو کس کی اتباع لازم ہوگی؟ اور مہدی وہی ہو سکتا ہے جس کو پروردگار کی طرف سے ہدایت کے بلند و بالا مقام پر فائز کیا گیا ہو گویا انہوں نے یہ مقام از خود حاصل نہیں کیا بلکہ ان کو مرحمت ہوا ہے۔

۶ اور اس کے بعد آپ نے وتمسکوابہا ارشاد فرمایا ہے یعنی اپنے کسب و اختیار اور ارادہ سے تم حضرات خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے تھامو اور پکڑو کیونکہ لفظ تمسک باب تفعّل سے ہے اور باب تفعّل میں اکثر تکلف کا مفہوم ملحوظ ہوتا ہے جو عامل کے کسب و اختیار اور ارادہ پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر نہیں بلکہ اپنے کسب اور ارادہ کے ساتھ میری سُنّت کی طرح تم میرے خلفاء راشدین رضہ کی سُنت کو بھی مضبوطی سے پکڑو اور تھامو۔

۷ اور پھر مزید تاکید کرتے ہوئے عضوا علیہا بالنواجذ فرمایا کہ میری سُنت کی طرح میرے خلفاء راشدینؓ کی سنت کو بھی اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ نہایت مضبوطی سے پکڑو اور واضح امر ہے کہ جو چیز ڈاڑھوں میں پکڑی جائے گی وہ بنسبت دوسرے دانتوں میں پکڑنے کے زیادہ مضبوط ہوگی اور تمسکوا بہا اور عضوا علیہا بالنواجذ کے دونوں

حکم آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کی طرف یکساں راجع ہیں سو اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مسلمانوں پر لازم الاتّباع ہے تو سنت الخلفاء بھی لازم الاتباع ہی ہو گی کیونکہ جب دونوں کا حکم ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے تو پھر بلا کسی قطعی دلیل کے ان میں فرق کرنا بے سود اور لایعنی ہے اور اصول کے لحاظ سے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔

⑧ اس حدیث میں آپ نے یہ بھی واضح طور پر فرما دیا کہ جس آدمی کو طویل زندگی حاصل ہو گی اور مرُور زمانہ کی وجہ سے دینی اور مذہبی ماحول بدلتا جائے گا تو ایسے شخص کو بکثرت اختلافات نظر آئیں گے اور فرمایا کہ ایسے مواقع پر ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ یہ ہے کہ وہ میری اور میرے خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور اسی کی پیروی اور اتباع کرے گویا اختلاف کے موقع پر اور اختلافی اُمور میں مسلمانوں پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت حجت اور معیار ہے۔

⑨ اس حدیث میں آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ آپ کی اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سُنّت کے مقابلہ میں جو جو اُمور اور جو جو کام رونما ہوں گے وہ خالص بدعت ہوں گی اور اسی لیے آپ نے ایاکم ومحدثات الامور ارشاد فرما کر ایسے اُمور کے ارتکاب سے سختی کے ساتھ نہی فرمائی ہے اس سے یہ بات بھی بالکل آشکارا ہو گئی کہ سُنّت مذکورہ کے برخلاف جو عمل بھی ایجاد کیا جائے گا گو وہ نیک نیتی ہی سے کیوں نہ ہو وہ خالص بدعت ہو گا کہیں کم اور کہیں زیادہ اور ایسے فعل سے ہر مسلمان کا بچنا ضروری ہے۔

⑩ اور پھر آپ نے محض لفظ بدعت پر ہی اکتفاء نہیں کی تاکہ بدعت کے دلدادہ

اور اس کے شیدائی اپنی مرضی سے بدعت کے ساتھ حسنہ کا پیوند لگا کر اس بدعت کی ترویج و اشاعت پر کمربستہ ہو جائیں بلکہ آپ نے ایک دوسری صحیح حدیث میں بدعت کے ساتھ لفظ ضلالہ ارشاد فرما کر بدعت کا سیئہ ضلالت اور گمراہی ہونا متعین فرما دیا ہے تاکہ کسی طرح بھی کسی کو کوئی شبہ پیش نہ آئے اور نہ اس کا موقع مل سکے چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ عموماً آپ خطبہ میں یہ الفاظ بھی فرمایا کرتے تھے وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة الحديث (مسلم جلد ۱ ص۲۸۵) اور بڑے کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے نئے پیدا کئے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے آپ نے فرمایا کہ :-

وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار الحديث (نسائی جلد ۱ ص۱۷۹)

اور نئے نئے کام (جو دین میں) گھڑے جائیں وہ بڑے ہیں اور ہر نئی چیز (جو دین میں نکالی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کرنے والا) دوزخ میں ہے

اور وكل ضلالة فى النار کے الفاظ کتاب الاسماء والصفات ص۶۴ للبیہقی میں بھی آتے ہیں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ الحاصل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مخصوص جوامع الکلم میں اپنی اور اپنے خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور تھامنے کی اور اس کے خلاف اُمور سے گریز و اجتناب کرنے کی جس احسن پیرایہ میں تاکید در تاکید فرمائی ہے عربی کے قواعد کے لحاظ سے اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص حضرات خلفاء راشدین کی سنت سے گریز کرے اور معاذ اللہ تعالیٰ خود اسی سنت کو خلاف سُنّت اور بدعت قرار دے اور اس پر چلنے والوں کو اپنے مشائخ اور بزرگوں کی سنت پر چلنے کا طعنہ دے اور تقلید آباء و اجداد کی چوٹیں کرے تو اس جبان

میں اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اور اگر وہ حضرات خلفاء راشدین رضی کی سنت کو دلیل اور حجت نہ سمجھے تو اس کو کون منوا سکتا ہے؟ کون مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قوم کے سامنے براہین و دلائل نہ پیش کئے ہوں گے مگر نہ ماننے والے یہی کہتے رہے کہ تم ہمارے سامنے کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے۔ مثلاً حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے سامنے جب برہان و دلیل کے ساتھ دعوے پیش کیا تو قوم یہی کہتی رہی کہ: قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ (پ۱۲، ھود، رکوع ۵) اے ہود تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا۔

اس لیے تعصب اور تن آسانی سے کنارہ کشی اختیار کر کے بنظر انصاف جمہور امت کا ساتھ دیا جائے کیونکہ حق انہی کے ساتھ ہے اور امت کی اکثریت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضی کی سنت اور جمہور امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔

احقر الناس ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲۶ رشعبان ۱۳۸۸ھ ۷ ار نومبر ۱۹۶۸ء بعد از عشاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتویٰ مولوی محمد حسین صاحب درباب عدم جواز

تراویح بیست رکعت

(مولوی محمد حسین صاحب کا فتویٰ اس بارے میں کہ بیس ۲۰ رکعت

تراویح جائز نہیں)

بیس ۲۰ رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ابن ابی شیبہؒ اور طبرانیؒ، اور بیہقی رح نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیس ۲۰ رکعت پڑھتے سو ضعیف ہے، چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حنفیوں نے بھی مثل شیخ ابن ہمام رح اور عینی رح اور شیخ عبدالحق رح اور ملا علی قاری رح نے اور جو حضرت عمر رض سے موطا میں روایت ہے کہ ان کے وقت بیس ۲۰ رکعتیں پڑھی گئی ہے وہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی یزید رح بن رومان رح نے حضرت عمر رض کو نہیں پایا اور نہ دیکھا یہ بات کبیری شرح منیۃ المصلی میں دیکھ لے جس کا جی چاہے اور سوائے اس کے کوئی حدیث کتب ملتزم الصحۃ کی یا منصوص الصحت پائی نہیں جاتی اور جو مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رح اور شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا

ہے کہ صحابہ رضؓ نے بیس۲۰ رکعتیں پڑھی وہ بنا بر مشہور روائتوں کے ہے اور ضعیف حدیثوں کو قبول کر کے یہ بات کہی ہے ورنہ درحقیقت صحیح روایت اس باب میں کوئی نہیں پس جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قول و فعل کی محبت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فعل پر چلے گا۔ اور جس کو اپنے بزرگوں اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول و فعل پر چلیگا، ہاں اگر یہ دعوے ہے کہ اُن کا فعل و قول کسی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے موافق ہے تو لازم ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث سے پتہ بتلادے ورنہ عاملین سنت کو معاف فرمادیں اور اگر یہ گمان ہو کہ بیس۲۰ رکعت پڑھنے والے دونوں فریقین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اصحاب کی سنت پر چلے تو دفع اس کا یہ ہے کہ ہرگز نہیں جس نے بیس۲۰ رکعت شفع شفع پڑھی اس نے گیارہ رکعت جو وتر ہے ادا نہ کی اس لیے کہ ہئیت اور صورت کو نماز میں پورا دخل ہے اور وہ اس کا مدار ہے اس واسطے جو شخص مغرب چار رکعتیں پڑھے اس کی نماز مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن میں تین موجود ہے ادا نہ ہوئی ایسا ہی جس نے تراویح بیس۲۰ رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوئی واللہ اعلم۔ تمام شد تحریر محمد حسین صاحب مولوی بٹالہ من عینہ۔

الجواب از جامع معقول و منقول مولوی غلام رسول صاحبؒ (اہلحدیث) ساکن قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ غفرَ اللہ لہٗ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد خدا و نعت رسول بشنو ایں نکتہ را بسمع قبول کہ در ایں اوان سنہ ۱۲۹۰ ہجرت مقدسہ بعضے مردمان در عدد رکعات تراویح کہ باصطلاح اہلحدیث قیام رمضان میگویند اختلاف میکنند چنانچہ فاضلے محققے فتوی نوشتہ کہ سنت یازدہ رکعت است و بحدیث صحیح ہمیں قدر ثابت و آنکہ بیست و سہ رکعت میگذارند سنت ادا نمی شود و ہیچ حدیثے صحیح در ایں باب مروی نیست، لہذا روایتے چند از ثقات نقل کردہ میشود کہ سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ادا میشود و سنت خلفاء راشدین رض نیز مع زیادت اجر۔

(روایت کردہ شدہ ۱۲) (جمع ثقہ بمعنی معتبر ۱۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کے بعد قبولیت کے کانوں سے یہ نکتہ سن لو کہ اس زمانہ میں جو ہجرت مقدسہ کے لحاظ سے سنہ ۱۲۹۰ھ ہے بعض آدمی رکعات تراویح میں جن کو اہل حدیث اپنی اصطلاح میں قیام رمضان کہتے ہیں، اختلاف کرتے ہیں چنانچہ ایک فاضل محقق نے فتویٰ لکھا ہے کہ سنت گیارہ رکعات ہیں اور صحیح حدیث سے صرف اسی قدر ثابت ہے اور جو لوگ تیئس ۲۳ رکعات ادا کرتے ہیں اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اور کوئی صحیح حدیث اِس باب میں مروی نہیں ہے لہذا ثقہ راویوں سے چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں کہ (بیس ۲۰ رکعت ادا کرنے سے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے اور حضرات خلفاء راشدین رض کی سنت بھی اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے۔

لہ سنت۔ آنست کہ ہمیشگی کرد بر آں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ترک آں یک بار یا دو بار ۱۲

سنت وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی کی ہو لیکن ایک یا دو دفعہ اس کو ترک بھی کیا ہو ۱۲

قولہ بیس۲ رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن ابی شیبہؒ اور طبرانی رہ اور بیہقی رہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیس۲ رکعت پڑھتے سو ضعیف ہے چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حنفیوں نے بھی مثل شیخ ابن ہمام رہ اور عینی رہ اور شیخ عبدالحق رہ اور ملا علی قاری کے

اقوال خود مفتی مقر است کہ احادیث ضعیفہ دریں باب موجود اند نہ

موضوعہ وجواز عمل بر حدیث ضعیف مجمع علیہ ائمہ اسلام است در فضائل

بلکہ بتعدد طرق بمرتبہ حسن میرسد در لمعات است وچوں حدیث

---

۱ حدیث ابن ابی شیبہ ایں است کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر بیہقیؒ ایں را ضعیف گفتہ بعلت آنکہ راوی او ابو شیبہ است حالانکہ ابو شیبہ جد ابن ابی شیبہ آنقدر ضعف ندارد کہ روایت او را مطروح ساختہ شود چنانچہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی در فتاویٰ تراویح تحقیق نمودہ ۱۲ محمد ضیاء الدین عفی عنہ ترجمہ :- ابن ابی شیبہؒ کی حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس۲۰ رکعت اور وتر پڑھتے تھے اور بیہقی رہ نے اس کو ضعیف کہا ہے وجہ یہ بیان کی ہے کہ ابن ابی شیبہ رہ کا دادا ابو شیبہ رہ ضعیف ہے حالانکہ ابو شیبہ رہ میں اس قدر ضعف نہیں کہ سرے سے ان کی روایت کو ہی پھینکدیا جائے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ نے فتاویٰ میں تراویح کی تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے :- یہ عبارت فتاوی عزیزی جلد ا صفحہ ۱۱۹ میں اما بیہقی رہ سے شروع ہو کر روایت او را مطروح مطلق ساختہ شود تک چلی جاتی ہے۔

۲ حدیث ضعیف آنست کہ شروط صحیح یا حسن را جامع نشود ۱۲۔ ترجمہ ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے کہ صحیح یا حسن کی شرطوں کو جامع اور شامل نہ ہو۔

۳ حدیث حسن آنست کہ راوی او متاخر باشد از درجۂ حافظ ضابط تاخیر یسیر نہ فاحش و رسد مرتبہ راوی ضعیف فاحش را ۱۲ ظفر الدین عفی عنہ ترجمہ :- یعنی حسن وہ حدیث ہے کہ اس کا راوی حافظ اور ضابطہ راوی کے درجہ سے تھوڑا سا متاخر ہو نہ یہ کہ زیادہ متاخر ہو۔ اور زیادہ ضعیف راوی کے درجہ کو بھی نہ پہنچتا ہو۔

ضعیف بتعدد طرق بمرتبۂ حسن میرسد آں نیز محتج بہ است (حجت گرفتہ شود بادر ۱۲) و آنچہ مشہور است کہ حدیث ضعیف در فضائل اعمال معتبر است نہ در غیر آں مفردات مراد است نہ مجموع کہ بتعدد طرق داخل حسن است نہ ضعیف صرح بہ الائمۃ انتہیٰ عبارت شیخ عبدالحق در شرح مشکوٰۃ واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحالٍ در مختار من عینہ وحال اینکہ ایں احادیث قوۃ یافتہ اند باحادیث صحیحہ دیگر کہ از فعل صحابہ کرام نقل کردہ شود۔

قولہ اور جو حضرت عمرؓ سے موطا میں روایت ہے کہ ان کے وقت بیس رکعتیں پڑھی گئی ہے وہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا اور نہ دیکھا یہ کبیری شرح منیۃ المصلی میں دیکھ لے جس کا جی چاہے اور سوائے اس کے کوئی حدیث

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ مفتی خود اقرار کرتا ہے کہ ضعیف حدیثیں اس باب میں موجود ہیں نہ کہ موضوع اور جعلی اور ائمۂ اسلام کا فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا اتفاقی اور اجماعی امر ہے بلکہ تعدد طرق کی وجہ سے ایسی روایت حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے لمعات میں ہے کہ جب ضعیف حدیث تعدد طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ کو پہنچ جائے تو وہ قابلِ احتجاج ہے۔ اور جو یہ مشہور ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہے نہ غیر میں تو اس سے مراد مفردات ہیں نہ کہ مجموع کیونکہ تعدد طرق کی وجہ سے وہ حسن میں داخل ہے نہ کہ ضعیف میں آئمہؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ شیخ عبدالحقؒ کی عبارت شرح مشکوٰۃ میں ختم ہوئی بہرحال رہی موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔ در مختار میں بعینہ ایسا ہی ہے اور ان احادیث کا حال یہ ہے کہ ان کو دوسری صحیح احادیث سے تقویت حاصل ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل سے نقل کی جائیں گی۔

صحیح کتاب ملتزم الصحۃ کے یا منصوص الصحۃ پائی نہیں جاتی اور جو مولانا شاہ عبد العزیز اور شاہ ولی اللہ دہلوی رح نے فرمایا ہے کہ صحابہ رض نے بیسؔ رکعت پڑھی وہ بنا بر مشہور روائتوں کے ہے اور ضعیف حدیثوں کو قبول کر کے یہ بات کہی ہے ورنہ در حقیقت صحیح روایت اس باب میں کوئی نہیں۔

اقول تصحیح این حدیث مرویہ یزید بن رومان رح کہ بشہادت کبیری منقطع گفتہ مع دو حدیث صحیح نوشتہ شود

قولہ پس جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول کی محبت ہو گی وہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فعل پر چلے گا اور جس کو

ترجمہ :- میں کہتا ہوں کہ یزید رح بن رومان رح کی اس حدیث کی تصحیح جس کو کبیری کے حوالہ سے منقطع کہا گیا ہے دو اور صحیح حدیثوں کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

لہ قولہ صحیح الخ حدیث صحیح آنست کہ بنقل عادل تام الضبط باشد و معلول و شاذ نہ باشد ویں را صحیح لذاتہ گویند و اگر ایں صفات اعلیٰ را شامل نباشد الکن یافتہ شود کہ جبر ایں نقصان کند پس آنہم صحیح است لکن لا لذاتہ وایں را صحیح لغیرہ گویند بسبب نبودن صحت او بذاتہ و عدم شمول او صفات اعلی مقبول را بلکہ صحت او بغیرہ است مثل کثرۃ طرق ۱۲ ظفر الدین غفرلہ۔ **ترجمہ** :۔ صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس کو عادل اور تام الضبط راوی نقل کرے اور اس میں کوئی علت بھی نہ ہو اور وہ شاذ بھی نہ ہو اور اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں اور اگر حدیث ان اعلیٰ صفات پر تو مشتمل نہ ہو لیکن اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے کوئی چیز موجود ہو تو اس کو بھی صحیح کہتے ہیں لیکن صحیح لذاتہ نہیں بلکہ صحیح لغیرہ اس لیے کہ اس کی صحت لذاتہ نہیں ہے اور مقبولیت کی اعلیٰ صفات بھی اس میں موجود نہیں ہیں اس کی صحت غیر کی وجہ سے ہے جیسے کثرت طرق۔

اپنے بزرگوں اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول وفعل پر چلے گا۔

اقول: مقتضائے حدیث لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (رواہ البخاری ومسلم ۱۲) ہمیں علامت زیادہ محبت آنحضرت است صلے اللہ علیہ وسلم کہ اتباع سنت خلفاء الراشدین او ہم میگذاریم وتاکید تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ نصب العین داریم نہ کہ از کم ہمتی بریازدہ رکعت اقتصار نمودہ فعل صحابہ کرام رضہ بدعت معتبر کنیم وبراجماع ایشان قدح نمائیم وبیست وسہ رکعت خوانندگان را تعریض کنیم بفعل مشرکین وبتقلید آباء واجداد عامل قرار دہیم وتمسک مادریں باب اولاً احادیث نبویہ اند صلی اللہ علیہ وسلم کہ در فضائل عمل

۱؎ صاحب جامع ترمذی کہ نزد مفتی صاحب ہم ثقہ است در ترمذی گفتہ کہ عمل اکثر صحابہ رضہ از عمر رضہ وعلی رضہ وغیرہما بیست ۲۰ رکعت است وایں جا ایں مفتی بیست ۲۰ رکعت را خلاف محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دادہ تعریض بتقلید مشائخ فرمودہ فافہم ۱۲ حررہ امسکین ضیاالدین ساکن کوٹ قاضی محمد جان عفرلہ فقط۔ ترجمہ: جامع ترمذی کے مصنف نے جو مفتی صاحب کے نزدیک بھی ثقہ ہیں ترمذی میں فرمایا ہے کہ اکثر حضرات صحابہ کرام رضہ کا جیسے حضرت عمر رضہ اور حضرت علی رضہ وغیرہ کا عمل بیس ۲۰ رکعت تراویح ہی پر تھا۔ اور اس جگہ مفتی صاحب بیس ۲۰ رکعت تراویح کو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور بزرگوں کی تقلید کی طرف تعریض کرتے ہیں (یعنی بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنے والے اپنے بزرگوں کی تقلید کی وجہ سے پڑھتے ہیں) اس کو خوب سمجھ لو۔ حضرت امام ترمذی رہ کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جلد اول ص ۹۹ پر اس طرح ہے، واکثر اہل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ الخ۔ صفدر

برآنہا مجمع علیہ است وثانیاً[۲] فعل صحابہ رضؓ وتابعین رحؒ وائمہ اربعہ رحؒ وفعل سواد اعظم مسلمین شرقاً وغرباً از عہد عمر فاروق رضؓ تا ایں وقت ہمہ بیست وسہ[۲۳] میخوانند بخلاف ایں مفتیٔ غالی[۱۲] کہ بدعت ومخالف سُنت میگوید وراہ افراط می پوید۔

قولہ اگر یہ دعوٰی ہے کہ ان کا فعل وقول موافق کسی حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ہے تو لازم ہے کہ اس حدیث کا پتہ تبلاویں

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) اس کے ہاں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں یہی علامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے زیادہ محبت کی ہے کہ ہم آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضؓ کی سنت کی پیروی بھی کریں اور تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (یعنی ان کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط کرو) کو آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ ہم کم ہمتی کی وجہ سے صرف گیارہ رکعات پر اکتفا کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضؓ کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیئیس رکعات پڑھنے والوں پر فعل مشرکین اور اپنے آباؤاجداد کی تقلید کرنے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے اور دوسری دلیل حضرات صحابہ کرام رضؓ اور تابعین رحؒ اور آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق ومغرب میں جاری ہے کہ وہ تیئیس[۲۳] رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس غالی مفتی (مولوی محمد حسین بٹالوی) کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ پر چلتا ہے۔
(معاذ اللہ تعالیٰ)

ورنہ عاملین سنت کو معاف فرمادیں۔

اقوال حدیث صحیح ایں است کہ متمسک ما است علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وآنچہ برائے معافی متبعان سنت نوشتہ عجب است کہ خوانندگان بیست رکعۃ را مطعون ومتہم بہ بدعت وتقلید آبا میکنند ومعافی از دیگراں میخواہند۔

العض گزیدن ۱۲ منتخب

قولہ اگر یہ گمان ہو کہ بیسؔ رکعت پڑھنے والے دونوں فریقین یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اصحابؓ کی سنت پر چلے تو دفع اس کا یہ ہے کہ ہرگز نہیں جس نے بیسؔ رکعت شفع شفع پڑھی اس نے گیارہؔ رکعت جو وتر ہے ادا نہ کی اس لیے کہ ہیئت اور صورت کو نماز میں پورا دخل ہے اور وہ اس کا مدار ہے اس واسطے جو شخص مغرب کی چار رکعتیں پڑھے اس کی مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوئی ایسا ہی جس نے تراویح بیسؔ رکعت پڑھی اس کی گیارہؔ رکعت مسنون ادا نہ ہوئی۔

اقوال ہمیں دعوئے ما است کہ یقیناً یازدہ سنت مؤکدہ نبویہ علیہ

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ صحیح حدیث ہے (جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے) کہ تم پر میری اور خلفاء راشدین رضا کی سنت لازم ہے جو ہدایت یافتہ ہیں اس کو مضبوطی سے پکڑو اور ڈاڑھوں کے نیچے دباؤ امام احمدؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اس کو روایت کیا ہے رہا سنت کی پیروی کرنے والوں سے معافی مانگنے کا معاملہ (بلکہ مسخرہ) جیسا کہ آپ نے لکھا ہے تو یہ نہایت انوکھی بات ہے اس لیے کہ آپ بیس رکعت پڑھنے والوں پر تو بدعت کے ارتکاب کا اتہام لگاتے اور تقلید آباء کا طعنہ دیتے ہیں اور معافی (مسخروں کی طرح) دوسروں سے چاہتے ہیں؛

الصلوٰۃ والتحیۃ ادا کردیم دوازدہ رکعت مستحب معمولۂ صحابہ رضی اللہ عنہم خواندیم و بر حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عامل شدیم و برائے شہادت عبارت مسوّیٰ شرح موطأ تصنیف شاہ ولی اللہ نوشتہ میشود۔

اوّل باب قیام رمضان باحدٰی عشرۃ رکعۃ مع طول القراءۃ

مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف انہ سأل عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ "میں کہتا ہوں کہ یہی دعوے ہمارا ہے کہ یقیناً گیارہ رکعات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت موکدہ ہے جس کو ہم ادا کرتے ہیں اور بارہ رکعتیں مستحب ہیں جن کو ہم اس لیے ادا کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے ادا کی تھیں اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی حدیث پر ہم (بحمد اللہ تعالےٰ) عامل ہیں اور اس کی شہادت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصنیف مسوّیٰ شرح موطا (امام مالکؒ) کی عبارت نقل کی جاتی ہے"۔

——— پہلا باب لمبی قرآت کے ساتھ رمضان مبارک میں گیارہ رکعتوں کے ساتھ قیام کرنا امام مالک رح سعید رح بن ابی سعید المقبری رح سے روایت کرتے ہیں وہ ابو سلمہ رح بن عبد الرحمٰن رض بن عوف سے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رض سے سوال کیا کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ رمضان اور غیرِ رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات پڑھتے تھے تو اُن کے حسن اور لمبائی کا سوال نہ کر پھر چار پڑھتے تھے تو اُن کے حسن و طولی کا سوال نہ کر۔

فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی ثلثاً قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینیّ تنامان ولا ینام قلبی، حدیث دوم این است مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر انہ قال سمعت ابی یقول کنا ننصرف[1] فی رمضان فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ الفجر حدیث سوم این است مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید قال امر عمر بن الخطاب اُبی بن کعب وتمیم الداری ان یقوما بناس

ترجمہ :- پھر تین (وتر) پڑھتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ بیشک میری دونوں آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ امام مالکؒ عبد اللہؓ بن ابی بکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم رمضان میں جب تراویح سے فارغ ہوتے تو خادموں سے کھانا لانے کی جلدی کرتے طلوعِ فجر کے ڈر سے۔ تیسری حدیث یہ ہے امام مالکؒ محمدؒ بن یوسفؒ سے اور وہ حضرت سائبؓ بن یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیؓ بن کعب اور حضرت تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں اور امام سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے اور ہم طلوعِ فجر کے اوائل میں ہی فارغ ہوتے تھے، اور اس باب کے آخر میں (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے) فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ نے گیارہ اور تیئس ۲۳ میں اختیار دیا ہے۔ ان کی عبارت ختم ہوئی۔

[1] ای من التراویح ۱۲ (بازگشتیم)

باحدی عشر رکعۃ وکان القاریٔ[الامام ۱۲] یقرأ بالمئین[جمع مائۃ ۱۲] حتی نعتمد[علہ] علی العصی من طول القیام وماکنا ننصرف الا فی فروع[ع۳] الفجر ودر آخر ایں باب فرمودہ وقلت خیّر[ع۴] احمد بین احدی عشرۃ وثلاث وعشرین انتہیٰ الباب دوئم باب قیام رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ مع طول القرأۃ حدیث اول مالک عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث

ترجمہ: دوسرا باب لمبی قرأت کے ساتھ رمضان مبارک میں تیئس ۲۳ رکعات پڑھنے کے بارے میں پہلی حدیث۔ امام مالکؒ یزیدؒ بن رومانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

لہ فی کل رکعۃ سورۃ مشتملۃ علی مائۃ آیۃ فصاعداً ۱۲ ترجمہ یعنی ہر رکعت میں ایسی سورت پڑھتے تھے جو ۱۰۰ یا اس سے زیادہ آیتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔

سلہ علم ان الاتکاء جائز فی صلوٰۃ النفل ۱۲ ترجمہ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی نمازمیں ٹیک لگانا جائز ہے سلہ ای اوائلہ وفرع کل شئی اعلاہ ۱ انتہیٰ ۱۲ طس۔ ترجمہ:- فروع الفجر سے طلوع فجر کا ابتدائی حصہ مراد ہے اور فرع ہر چیز کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں (جیسے مثلاً درخت کی شاخیں کیونکہ وہ عموماً دیکھنے میں پہلے نظر آتی ہیں۔ اسی طرح دن کے شروع ہونے سے پہلے اس کے آثار نظر آتے ہیں جو بمنزلہ شاخوں کے ہیں۔ مصنف)

سکہ امام احمدؒ بن حنبل رہ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ تراویح بیس ۲۰ رکعت ہیں چنانچہ حضرات حنابلہ کی معتبر کتاب میں ہے۔

والمختار عند ابی عبداللہ رحمہ اللہ فیہا عشرون رکعۃ وبہذا قال الثوری وابو حنیفۃ والشافعی وقال مالک ستۃ وثلاثون اھ

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ ص ۸۰۳)

امام ابوعبداللہ یعنی احمدؒ بن حنبل رہ کے نزدیک تراویح میں مختار بات یہ ہے کہ وہ بیس ۲۰ رکعات ہیں اور اسی کے امام سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ قائل ہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تراویح چھتیس ۳۶ رکعات ہیں ۱۲۔ مصنف

وعشرین رکعۃ حدیث دوم مالک عن داؤد بن الحصین انہ سمع الاعرج یقول ما ادرکت الناس الا ویلعنون الکفرۃ فی رمضان قال وکان القاری یقرأ بسورۃ البقرۃ فی ثمانی رکعات فاذا قام بہا فی اثنتی عشرۃ رکعۃ رأی الناس[1] انہ قد خفف و در آخر ایں باب مرقوم است قلت ھو مذھب الشافعیۃ والحنفیۃ عشرون رکعت تراویح وثلاث وتر عند الفریقین ھکذا قال المحلی عن البیہقی رمستوی ومصفی ص۱۷۱ صفحہ)

ترجمہ:۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں تیئس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ دوسری حدیث امام مالکؒ داؤدؒ بن حصینؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اعرجؒ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو نہیں دیکھا مگر اس حالت میں کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے اور امام سورۂ بقرہ آٹھ رکعتوں میں پڑھ لیتا تھا لیکن جب وہ اس کو بارہ ۱۲ رکعات میں پڑھتا تو لوگ یہ خیال کرتے کہ تخفیف کی گئی ہے اور اس باب کے آخر میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ شوافعؒ اور احنافؒ کا یہی مذہب ہے کہ دونوں گروہوں کے نزدیک بیس ۲۰ تراویح اور تین وتر ہیں اسی طرح محلیؒ نے بیہقیؒ سے نقل کیا ہے پس باب اوّل کی حدیثوں کی صحت کے خود مفتی (محمد حسین صاحب) قائل ہیں کہ امام احمدؒ نے اس کو اختیار کیا ہے اور ان کو دوسرے باب کی حدیثوں کے برابر اور مساوی رکھا ہے اور دوسرے باب کی حدیثوں میں ایک اعرجؒ کی حدیث ہے جو معتبر تابعی تھے۔

---

[1] فاعل رأی وانہ قد خفف مفعول لہ الاوّل والثانی محذوف او استغنی بان مابعدھا من المفعولین انتہی ۱۲ س۔ یعنی لفظ الناس رأی کا فاعل ہے اور انہ قد خفف کا جملہ اس کا پہلا مفعول ہے اور اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ یا یہ اس سے مستغنی ہے اور اس کے مابعد والا جملہ دو مفعولوں کے قائمقام ہے۔

پس احادیث باب اول خود مفتی لصحت آنہا قائل است کہ امام احمد بن حنبل مختار کردہ وثانی برابر نہادہ و احادیث باب دوم یکے حدیث اعرج است کہ تابعی معتبر است و روایات دیگر ہم ازو در موطا منقول است وازو مفتی اغماض نمودہ کہ مخالف مدعائے اوست وشافعیہ وحنفیہ ہمیں راترجیح دادہ اند اما حدیث یزید بن رومان قابل تحقیق است پس آنچہ مفتی سند کبیری در منقطع بودن ایں حدیث منظور داشتہ ومصنف راثقہ انگاشتہ اگر شتر مرغی نکند بعض مسائل دیگر ہم ازو نقل کردہ میشود ھذہ عبارتہ علم من ھذہ المسئلۃ ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وھو مذھب الجمھور وعند مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ست وثلاثون رکعۃ احتجاجا بعمل اھل المدینۃ وللجمھور مارواہ البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید (اور فنے حجت گرفتن ۱۲) قال کانوا یقومون علی عھد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان رض وعلی رض

ترجمہ: اور ان سے اور روایات بھی موطا میں منقول ہیں اور مفتی صاحب نے ان سے آنکھیں بند کر لی ہیں کیونکہ وہ ان کے دعوے کے خلاف ہیں اور شوافع واحناف نے اسی کو ترجیح دی ہے (کہ تراویح متعین طور پر بیس[۲] ہی ہیں) رہا حضرت یزید رض بن رومان رض کی حدیث کا معاملہ تو وہ قابلِ تحقیق ہے سو جو کچھ مفتی صاحب نے کہا ہے کہ کبیری کی سند منقطع ہے اور اس کو منظور کر لیا ہے اور کبیری کے مصنف کو ثقہ شمار کیا ہے تو اگر وہ شتر مرغ کی عادت نہ اختیار کریں (کہ وہ شکاریوں کو دیکھ کر یا تو بھاگ جاتا ہے۔ اور اگر قاصر رہا تو آنکھیں بند کر لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا) تو کبیری سے بعض مسائل اور بھی عرض کئے جاتے ہیں سو ان کی عبارت (کا معنی) یہ ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تراویح ہمارے نزدیک دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام مالک رح کے نزدیک

مثلہ، وفی الموطأ عن یزید بن رومان قال کان الناس فی زمان عمرؓ یقومون فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ وفی المغنی عن علی کرم اللہ وجہہ انہ اَمَرَ رجلاً ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ قال وھذا کالاجماع قال البیہقی رح والثلاث فی حدیث یزید بن رومان ھی الوتر ولکنہ لم یدرک عمر رضی اللہ عنہ فیکون منقطعا وھو حجۃ عندنا وعند مالک وما احتج بہ

ترجمہ :۔ چھتیس ۳۶ رکعات ہیں کیونکہ وہ اہل مدینہ کے عمل سے حجت پکڑتے ہیں اور جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بیہقی رح نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سائبؓ بن یزیدؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بیس۲۰ رکعت ادا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے دور میں بھی اتنی ہی پڑھتے تھے اور موطأ میں یزید رحؒ بن رومان رحؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے اور مغنی جلد ۱ صفحہ ۸۰۳

سلہ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ حضرات تابعین رح سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے، تابعین رح سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک مرسل کے قبول کرنے کا ائمہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا (تدریب الراوی ص۱۲۰ طبع مصر) امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اس سے احتجاج کرتے تھے (توجیہ النظر ص۲۴۵) امام نووی رح فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہ رح، امام احمد رح اور اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے اور امام شافعی رح کا یہ مذہب ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہوگا۔ مثلاً یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہو یا دوسرے طریق سے وہ مرسل روایت کیا گیا ہو یا بعض صحابہ کرام رضؓ یا اکثر علماء نے اس پر عمل کیا ہو (مقدمہ شرح مسلم ص۱۷) اور اس روایت میں بحمد اللہ تعالےٰ حضرت امام شافعی رح کی بیان کردہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں پھر اس کے حجت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ صفدر

من عمل اهل المدينة ليس بحجة لانهم يعملون فرادیٰ[1] فرادیٰ بين كل ترويحتين اربع ركعات فی مقابلة طواف اهل مكة أسبوعا بين كل ترويحتين انتهیٰ ازیں عبارت کبیری چند چیز مستفاد شد یکے[1] آنکہ بیست[23] وسہ رکعت مذہب جمہور[2] است دویم آنکہ سند جمہور حدیث سائب بن یزید است و بروایت بیہقی[3] سیوم آنکہ اسنادش صحیح است چہارم[4] آنکہ معمول عہد حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ

---

[1] یہ ساری عبارت کبیری طبع رحیمیہ دیو بند ص۲۸۷ اور ص۲۸۸ میں موجود ہے مگر اس میں لفظ فرادیٰ ایک ہی دفعہ ہے مکرر نہیں۔ صفدر

سبحان اللہ چوں حضرت مفتی قرار داد سواد اعظم را در سواد دیدۂ خود جائے ندیدہ و مذہب جمہور را چوں بازیچۂ طفلاں ہم نہ پسندیدہ پس چہ الزام خواہد داد شخصے را کہ چوں کمال الدین ابن ہمام باصحیت صحاح ستہ و تقدیم آنہا بر بیہقی وغیرہ کتب احادیث قائل نخواہد شد بلکہ دریں مسئلہ روایت بیہقی کہ صاحب کبیری صحیح الاسناد گفتہ راجح نخواہد دانست سوائے اینکہ آں کوزہ بدست خود شکست پس باقی نماند مگر خود رائی و خود ستائی وقتیکہ ہر کس را اختیار حاصل است باز ایں تشدید بر یازدہ از چیست ؟ و تعریض بر بیست[2] بتقلید آباد از کیست[24] محمد ضیاء الدین قاضی عفی عنہ

یعنی سبحان اللہ جب جناب مفتی (محمد حسین) صاحب نے مسلمانوں کی عظیم جماعت کے عمل کے لیے اپنی آنکھ کی پتلی میں جگہ نہ دیکھی اور جمہور کے مذہب کو بچوں کے کھیل کی طرح پسند بھی نہ کیا تو ایسے شخص پر کیا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ کمال الدین ابن ہمامؒ کہ باوجود صحاح ستہ کے صحیح ترین ہونے اور ان کے بیہقی وغیرہ کتب احادیث پر مقدم ہونے کے (ان کی ظاہری مراد کے) قائل نہ ہوئے بلکہ اس مسئلہ میں بیہقی کی روایت کو جس کو صاحب کبیری نے صحیح الاسناد کہا ہے انہوں نے راجح سمجھا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ جمہور کا مخالف ہے جب اس

(باقی حاشیہ ۳۷ پر)

مرتضیٰ ہمیں است پنجم آنکہ کالاجماع است ششم آنکہ حدیث یزید بن رومان ہرچند منقطع نوشتہ اند اما نزد حنفیہ و مالک حجت قرار دادہ هفتم آنکہ سند امام مالک درست و ثلاثین عمل اہل مدینہ نوشتہ و در دراسات اللبیب ص۲۴ مرقوم است ان عمل اهل المدینة المطهرة حجة من اقوی الحجج عند نادری انه مر فیما طریقه النقل من ذالك علی

ترجمہ:- اور اسی طرح شرح مقنع جلد ا ص۵ (صفدر) میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس۲۰ رکعات پڑھائے اور فرماتے ہیں کہ یہ تو اجماع کی طرح ہے، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ زیدؒ بن رومانؒ کی روایت میں تین وتر ہیں لیکن انہوں نے حضرت عمرؓ کو نہیں دیکھا تو یہ روایت منقطع ہوگی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے اور انہوں نے اہل مدینہ کے عمل سے جو احتجاج کیا ہے وہ حجت درست نہیں ہے کیونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد کعبہ مکرمہ کا سات مرتبہ طواف کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں اہل مدینہ

(صفحہ ۳۶ کا بقیہ حاشیہ) شخص نے یہ لوٹا اپنے ہاتھ سے توڑ دیا تو پھر بغیر تکبر و نخوت کے اور کیا رہ جاتا ہے؟ جب کہ ہر آدمی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے پھر گیارہ رکعات پر یہ تشدید کس وجہ سے ہے؟ اور بیس۲۰ رکعت پڑھنے والوں پر تقلید آبار کی تعریض کس بنا پر ہے۔

؎ بیہق بفتح اول و ثالث شہر یست نزدیک نیشاپور و گویند کہ بیہق کہ سبزہ دار است و موضع است نزد قومس ۱۲۔ ترجمہ، لفظ بیہق پہلے اور تیسرے حرف کے فتحہ کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے جو نیشاپور کے قریب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیہق سبزہ زار کے معنی میں ہے اور قومس کے پاس کوئی جگہ ہے۔

(نوٹ: یہ حاشیہ بین السطور اور باریک حروف میں ہے اور صاف بھی نہیں اس لیے یہ لفظ قومس ہی پڑھا جا سکا ہے۔ صفدر)

مایری الامام الاکبر عالم المدینة مالک بن انس الاصبحی من ان اجتماع اهل المدینة حجة حتیٰ انه عولت علماء مذهبه فی ارسال[1] الیدین حالة القیام فی الصلوٰة علی عمل اهلها مع وجود المرفوع الصحیح فی قبض

ترجمہ :- ہر چار رکعت کے بعد انفرادی طور پر چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ان کی عبارت ختم ہوئی۔ کبیری کی اس عبارت سے چند فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ تیئس ۲۳ رکعت جمہور کا مذہب ہے۔ دوسرا یہ کہ جمہور کی دلیل حضرت سائبؓ بن یزیدؒ کی حدیث ہے جس کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے تیسرا یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہے چوتھا یہ کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے پانچواں یہ کہ یہ عمل گویا اجماعی ہے

[1] قولہ ارسال الیدین الخ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز میں بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ نے میرا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا (ابوداؤد جلد ۱ صلا) حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا کہ (نماز میں) ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (ایضاً) حافظ ابن القیمؒ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ثم یضع الیمنیٰ علی ظهر الیسریٰ (زاد المعاد جلد ۱ ص۹۱) پھر آپ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے اور حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ سنت صحیحہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھنا چاہیے اور حضرت علیؓ کی حدیث اس میں صحیح ہے، اور سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت سے ممنوع ہے۔ الخ بدائع الفوائد جلد ۳ ص۹۱) حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ وہ فرضی نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ فرماتے تھے اور نفلی میں اجازت دیتے تھے (بدایۃ المجتہد جلد ۱ ص۱۳۲) لیکن ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی اختلاف ثابت نہیں اور یہی جمہور حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ سے یہی نقل کیا ہے کہ ہاتھ باندھنے چاہئیں، اور امام مالکؒ سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات بھی آتی ہے۔ اب اکثر مالکیوں کا عمل اسی پر ہے (بحوالہ سبل السلام جلد ۱ ص۱۲۶ صفدر)

الیمنیٰ علی الیسریٰ وحملوہ علی الحاجۃ عند طول القیام انتہیٰ مغنی
ازیں ہفت فوائد اعراض نمودہ کلمۂ مفید مطلب خود گرفتہ اما اینجا سوالے
است جواب طلب کہ سائب بن زید کہ در ثقہ بودن او قیل و قالے
نیست دو حدیث متعارض از وی منقول است یکے آنکہ از موطأ نقل شدہ
کہ حضرت عمرؓ با قامت یازدہ رکعت بأبی و تمیم داری امر فرمودہ دوم این
حدیث بیہقی برائے بیست و سہ رکعت آوردہ عمل بکدام کردہ آید جوابش خود

ترجمہ:۔ چھٹا یہ کہ حدیث حضرت یزیدؒ بن رومانؓ کو اگرچہ منقطع لکھا گیا ہے
مگر وہ حنفیوں اور امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے ساتواں یہ کہ امام مالکؒ
کی دلیل چھتیس ۳۶ رکعت کے بارے میں اہل مدینہ کا عمل لکھا ہے اور دراسات
اللبیت ۳۴۰ میں مرقوم ہے کہ مدینہ مطہرہ کے باشندوں کا عمل ہمارے نزدیک قوی
ترین حجتوں میں سے ہے اور مدینہ کے بڑے امام اور عالم حضرت امام مالکؒ کی
طرح ہم بھی نقلی امور میں اہل مدینہ کے عمل کو جس پر وہ مجتمع ہوں حجت سمجھتے ہیں.
حتیٰ کہ حضرات مالکیہ والے باوجود صحیح اور مرفوع حدیث کے موجود ہونے کے
جس میں نماز کے اندر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کا ثبوت ہے کھلے ہاتھوں نماز
پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور انہوں نے مرفوع حدیث کو طول قیام کی ضرورت
پر محمول کیا ہے مفتی (محمد حسین) صاحب نے ان سات فائدوں سے اعراض کرتے
ہوئے صرف مفید مطلب کلمہ لے لیا ہے۔ اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا
ہے جو جواب طلب ہے، وہ یہ کہ سائبؓ بن یزیدؓ کے ثقہ (بلکہ وہ تو
چھوٹے صحابہ میں شمار تھے تدریب ص ۲۳۶ طبع مصر۔ صفدر) ہونے میں کوئی قیل و
قال نہیں ہے لیکن ان سے دو نقل کی ہوئی حدیثوں میں تعارض ہے۔

---

[۱] یہ روایت سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۴۹۶ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں موجود ہے
جس کے سب راوی ثقہ ہیں ۱۲ صفدر)

صاحب محلی از بیہقی نقلے فرمودہ ولا ینافیہ الروایۃ السابقۃ فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیہقی باسناد صحیح انہم یقومون فی عہد عمر رض وعثمان رض وعلی رض مثلہ۔ باقی آنکہ روایت مؤطا از طبقۂ اولیٰ است و روایت بیہقی از طبقۂ ثالثہ پس در قوت برابر نباشد جواب در حجۃ الله البالغہ (تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ رحمۃ اللہ العلی ۱۲) در حق طبقۂ ثالثہ فرمودہ فلا یباشرھا للعمل علیہ والقول بہ الا الجہابذۃ الذین یحفظون اسماء الرجال وعلل الاحادیث (منجملہ ائمہ کرام اسماء الرجال) انتہیٰ۔ پس ہرگاہ آنکہ عبدالبر و ولی اللہ الدہلوی و عبدالحق و صاحب کبیری اسناد بیہقی را صحیح خوانند و جمہور دلیل مذہب خود ہمیں مے آرند و بلفظ اسناد صحیح تنصیص میکند پس در صحت و قوت زیادت از حدیث مؤطا است کہ مثبت زیادت (علم کردہ اند... تعجب)

ترجمہ: ایک یہ حدیث ہے جو موطأ (امام مالک) میں آتی ہے کہ حضرت عمر رض نے حضرت اُبی رض اور تمیم داری رض کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا اور دوسری حدیث بیہقی رہ کی ہے جس میں تیئس ۲۳ رکعت کا ذکر ہے پھر عمل کس پر ہوگا؟ اس کا جواب خود صاحب محلی نے بیہقی رہ کے قلم سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ پہلی روایت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اولاً گیارہ پر عمل ہوا پھر معاملہ بیس ۲۰ پر مستقر ہوگیا، جیسا کہ امام بیہقی رہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت عمر رض حضرت عثمان اور حضرت علی رض کے زمانہ میں بیس ۲۰ ہی پڑھتے تھے رہا یہ سوال کہ موطأ طبقۂ اولیٰ سے ہے اور بیہقی طبقۂ ثالثہ سے پس یہ قوت میں برابر نہیں ہیں تو اس کا جواب حجۃ اللہ البالغہ میں طبقۂ ثالثہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

ۤلہ امام بیہقی رہ کی ان دونوں حدیثوں کی تطبیق کے لیے اصل عبارت یوں ہے۔

ویمکن الجمع بین الروایتین فانہم کانوا یقومون باحدیٰ عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث واللہ اعلم۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

اور ان دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ وہ پہلے دور میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے پھر بیس تراویح ادا کرتے تھے اور تین وتر۔ واللہ اعلم ۱۲ صفدر)

است و آنکہ صاحب کبیری حدیث یزید بن رومان منقطع نوشتہ است جوابش آنست کہ ولی اللہ دہلوی در حجۃ اللہ البالغہ میفرمائیند باتفاق اہل حدیث جمیع احادیث موطأ صحیح است منقطع و مرسل در مؤطا نیست فالطبقة الاولی منحصرة بالاستقراء فی ثلاثۃ کتب الموطأ وصحیح البخاری وصحیح مسلم قال الشافعی اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطأ مالک واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک ومن وافقہ واما علی

ترجمہ: اس طبقہ سے عمل اور قول کے لیے حجت پکڑنے کا حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو ماہر عالم اور ناقد ہوں جو راویوں کے ناموں اور حدیثوں کی علتوں کو جانتے ہوں انکی عبارت ختم ہوئی پس جب کہ امام ابن عبدالبرؒ اور شاہ ولی اللہ الدہلویؒ اور شیخ عبدالحق رہ اور صاحب کبیری نے بیہقی کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی حدیث کو جمہور اپنی دلیل گردانتے ہیں اور اسنادہٗ صحیح کے لفظ

---

[۱] یہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۳ طبع مصر میں مذکور ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے عجالہ نافعہ ص۵ میں فارسی میں اس کا مفہوم درج فرمایا ہے۔ [۲] ابن العربی رہ میفرمایند کتاب موطأ کہ ہست اصل اول وکتاب بخاری پس آں اصل دوم است و مولانا عبدالعزیز محدث دہلویؒ گفتہ کہ موطأ گویا اصل وام صحیحین است و در کمال شہرت رسیدہ وعدالت وضبط رجال ایں کتاب مجمع علیہ است ۱۲ **ترجمہ:** یعنی قاضی ابوبکر بن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ موطا امام مالک اصل اوّل ہے اور اس کے بعد بخاری اصل دوم ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ موطأ امام مالک گویا بخاری اور مسلم کی اصل اور ماں ہے اور انتہائی شہرت کو پہنچ چکی ہے اور اس کتاب کے راویوں کی عدالت اور ضبط پر اجماع واقعہ ہو چکا ہے۔

نوٹ: حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت عجالہ نافعہ ص۵ طبع مجتبائی دہلی میں ہے۔ صفدر۔

رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع[2] الا قد اتصل السند بہ من طرق اُخری فلا جرم انہا صحیحۃ من ھذا الوجہ وقد صنف فی زمان مالک موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینۃ والثوری ومعمر وغیرھم ممن یشارک مالکا فی الشیوخ انتہی عبارت

ترجمہ:۔ سے اس کی صحت کو صراحت سے بیان کرتے ہیں۔ اور امام نوویؒ بھی اس کو اسنادہٗ صحیح سے تعبیر کرتے ہیں شرح مہذب جلد ۴ ص۳۲) تو یہ حدیث صحت اور قوت میں موطا کی حدیث سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں زیادت ہے (جو اصول کے لحاظ سے واجب القبول ہے) اور صاحب کبیری نے جو یہ کہا ہے کہ یزید بن رومانؒ کی حدیث منقطع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ تمام اہل حدیث کے اتفاق سے موطا کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

---

[1] قولہ مرسل آہ۔ وآں آنست کہ راوی مابعد تابعی دراں ساقط شود چنانچہ تابعی بگوید قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا ۱۲۔ ترجمہ:۔ اور مرسل وہ حدیث ہے کہ تابعی کے بعد کا راوی یعنی صحابی اس میں ذکر نہ کیا جائے، مثلاً تابعی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا یا آپ کے سامنے ایسا کیا گیا ۱۲

نوٹ:۔ اس کی مزید بحث شرح نخبۃ الفکر ص۵ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ صفدر

[2] قولہ ولا منقطع آہ واں آنست کہ سقوط دو راوی دراں بتوالی نباشد وہمچنیں است سقوط یکے فقط یا زیادہ ازاں ۱۲ محمد ظفر الدین قاضی عفی عنہ۔ ترجمہ:۔ منقطع وہ روایت ہے کہ اس میں دو راوی ساقط ہوئے ہوں مگر لگاتار سقوط نہ ہو اور یہی حکم ہے فقط ایک یا ایک سے زیادہ راوی کے سقوط کا۔ تدریب الراوی ص۱۲۷ طبع مصر کی عبارت اس طرح ہے ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی الخ۔ یعنی جس راوی کا ذکر نہیں ہوا وہ صرف ایک ہو یا دو ہوں مگر لگاتار نہ ہوں۔ صفدر)

الحجة - عزیز انصاف مفتی را باید دید کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی می نویسند کہ باتفاق اہل حدیث موطأ صحیح است و منقطع و مرسل در و نیست ازیں چشم پوشی نمودہ روایت فقہ کہ شخصے مقلد حنفی نوشتہ بر خلاف اجماع محدثین قبول نمودہ و اگر بگوید کہ مصنف کبیری ہم محدث شاگرد شیخ کمال الدین ابن ہمام است پس در جواب او گفتہ کہ بالرأس والعین روایت بیہقی کہ اسنادش صحیح نوشتہ ہم قبول بکنید کہ مآل ایں منقطع و آں صحیح مروی او و مضمون حدیث اعرج یکے است

ترجمہ:۔ موطأ کی روایتیں منقطع اور مرسل (جو ہیں وہ بھی درحقیقت منقطع اور مرسل) نہیں ہیں پس پہلا طبقہ غور و خوض کے بعد تین کتابوں میں منحصر ہے۔ موطأ صحیح بخاری اور صحیح مسلم امام شافعی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب موطأ امام مالکؒ ہے اور اہلحدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ موطأ میں ہے وہ حضرت امام مالکؒ اور جو حضرات ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کی رائے کے موافق صحیح ہے (کیونکہ وہ منقطع اور مرسل کو بھی حجت اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ صفدر) رہے دوسرے حضرات تو ان کے نزدیک بھی موطأ میں کوئی مرسل اور منقطع روایت ایسی نہیں جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہو چکا ہو لہذا اس لحاظ سے بھی یقیناً وہ صحیح ہیں اور امام مالکؒ کے زمانہ میں بہت سی کتابیں موطأ کے نام پر تصنیف کی گئیں جن میں موطأ کی احادیث کی تخریج کی گئی اور اس کی منقطع روایات کی متصل سندیں بیان کی گئیں جیسے ابن ابی ذئبؒ، سفیانؒ بن عیینہؒ، سفیان ثوریؒ اور معمرؒ وغیرہ کی کتابیں جو امام مالکؒ کے ساتھ ان کے اساتذہ میں شریک تھے حجۃ اللہ کی عبارت ختم ہوئی اے میرے عزیز! بنظر انصاف مفتی (محمد حسین) صاحب کو دیکھو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تو لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اتفاق سے موطأ صحیح ہے اور اس میں منقطع اور مرسل نہیں (کیونکہ دوسرے طرق سے ان کا اتصال ثابت ہے۔ صفدر) مگر مفتی صاحب اس سے چشم پوشی کرکے

و در ما ثبت بالسنۃ عبدالحق محدث دہلوی فرمودہ کان[1] السلف فی زمان عمر بن عبد العزیز یصلون باحدی عشرہ رکعۃ قصد التشبہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی استقر (قرار یافتہ ۱۲) الامر علیہ واشتہر (شہرت یافتہ ۱۲) من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون وما روی انھا ثلاث و عشرون فلحساب الوتر معھا انتہیٰ و در حجۃ[2] اللہ البالغہ آوردہ وزادت الصحابۃ

ترجمہ:۔ محدثین کے اجماع کے خلاف فقہ کی روایت کی آڑ لیتے ہیں جو ایک مقلد شخص نے لکھی ہے (کیونکہ صاحب کبیری شیخ ابراہیم حلبیؒ المتوفی ۹۵۶ھ حنفی تھے اور مفتی محمد حسین صاحب پکے غیر مقلد۔ صفدر) اور اگر وہ یہ کہیں کہ صاحب کبیری بھی شیخ کمال الدین ابن ہمامؒ کے شاگرد اور محدث تھے سو اس کا جواب یہ کہ سر اور آنکھوں پر جب انہوں نے بیہقی کی سند کو صحیح کہا ہے تو اس کو بھی

---

[1] ای بعض السلف تنہا در خانہ بوقت آخر شب بطول قرأت میخواندند نہ آنکہ محض بعد و یازدہ مفتون ماندہ در اول شب در مسجد بجماعت خواندہ بجلدی تمام بر بستر نرم و لحاف گرم خفتند چنانچہ حال بعضے از منکران یازدہ رکعت ہمیں دیدہ کہ در جماعت مجوزان بلبیست شامل شدہ تا ہشت رکعت خواندہ تخلف ورزیدہ روانہ خانہ شوند۔ ۱۲ محمد ضیاء الدین عفی عنہ۔

یعنی بعض سلف گھر میں تنہا آخر شب میں لمبی قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے نہ یہ کہ صرف گیارہ ہی رکعت کے دھوکہ میں مبتلا تھے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں مسجد کے اندر جلدی جلدی جماعت سے پڑھکر نرم بستر اور گرم لحاف میں سو جاتے تھے جیسا کہ اس وقت گیارہ رکعت پر اڑنے والوں میں سے بعض کا یہی حال ہے کہ بیس ۲۰ رکعت کو جائز سمجھنے والوں کی جماعت میں شریک ہو کر آٹھ رکعت پڑھکر علیحدگی اختیار کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

---

[2] یہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۱۸ طبع مصر میں ہے۔ صفدر

ومن بعدهم فی قیام رمضان ثلاثة اشیاء الاجتماع له فی مساجدهم وذلک لانه یفید التیسیر علی خاصتهم وعامتهم واداءه فی اول اللیل مع القول بان صلٰوة آخر اللیل مشهودة وهی افضل کما نبّه عمر رضی الله عنه لهذا التیسیر الذی اشرنا الیه وعدده عشرون رکعة وذلک انهم رأوا النبی صلی الله علیه وسلم شرع للمحسنین احدٰی عشرة رکعة فی جمیع السنة فحکموا انه لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصده الاقتحام فی لجّة التشبّه بالملکوت اقل من ضعفها انتہی

وصاحب تقریب نوشتہ یزید بن رومان المدنی مولیٰ آل الزبیر ثقة الخ وآنچہ از لزوم تغیر ہیئۃ مسنون باداۓ عشرین رکعت نوشتہ دفع آں ایں است کہ

ترجمہ:۔ قبول کیجئے کیونکہ مآل اس منقطع اور اُس صحیح مروی اور اعرج رحؒ کی حدیث کا ایک ہی ہے (یہ تینوں روایتیں پہلے بیان ہوچکی ہیں۔ صفدر) اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب (ماثبت بالسنۃ) میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بعض سلف گیارہ پڑھتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے مشابہت پیدا کریں لیکن جس معاملہ پر بات ٹھہرچکی ہے اور حضرات صحابہ کرام رضؓ اور تابعین رحؒ اور ان کے بعد والے حضرات سے جو بات مشہور ہوچکی ہے وہ بیس۲۰ ہی رکعت ہیں اور جس روایت میں تیئس۲۳ کا ذکر آتا ہے اس میں تین وتروں کو ساتھ ملاکر حساب کیاگیا ہے، انکی عبارت ختم ہوئی۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں بیان کیاگیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضؓ اور ان کے بعد والے حضرات نے تراویح کے بارے میں تین چیزیں زائد کی ہیں پہلی چیز مسجدوں میں اجتماع کیونکہ اس طرح سے خواص وعوام کو آسانی سے فائدہ حاصل ہوسکتا ہے، دوسری چیز رات کے ابتدائی حصہ میں ان کو ادا کرنا حالانکہ ان کے فرمان کے مطابق رات کے آخری حصہ کا قیام افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی نماز پیش

قیاس این بر نماز مغرب کہ رباعی خواند قیاس مع الفارق است سبحان اللہ این چہ غلو است[1] ومبالغہ اولاً لزوم ہیئت و دوام از فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت باید کرد ثبت العرش ثم النقش[12] پس از تعین بحث کردہ شود وقال القاضی عیاض فی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا من روایۃ سعد بن ہشام قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتسع رکعات وحدیث عروۃ عن عائشہ باحدی عشرۃ منہن الوتر یسلم من کل رکعتین و کان

ترجمہ :- کی جاتی ہے یا فرشتے اس موقع پر بکثرت حاضری دیتے ہیں (صفدر) جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس سہولت پر تنبیہ فرمائی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اور تیسری چیز یہ کہ تراویح انہوں نے بیس[۲۰] رکعات مقرر کردیں یہ اس لیے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سال میں نیکوکاروں کے لیے گیارہ رکعات مقرر کی

---

[1] ہمچناں خالی از حق پوشی نیست آنچہ بعض کسان بعد شنیدن روایات بیست[۲۰] رکعت میگویند کہ مایازدہ[۱۱] رکعت بجہت آں میخوانیم کہ دیگراں بجلدی خواندہ خراب میکنند سبحان اللہ سوال از آسمان وجواب از ریسمان گفتگوئے ما در تشریع عشرین است نہ تسدید قاصرین وایشاں برلتے اطمینان خوب علاجے آموختہ پس باید کہ اگر کسی در یازدہ رکعت جلدی جلدی کند چہ حکم کنند بلکہ در فرائض نیز ہمیں طریق مرعی دارند کاش ازیں علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را

اسی طرح یہ بات بھی حق پوشی سے خالی نہیں کہ بعض لوگ بیس[۲۰] رکعت کی روایات سننے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس لیے گیارہ رکعات پڑھتے ہیں کہ دوسرے (یعنی بیس[۲۰] رکعت پڑھنے والے ۔صفدر) جلدی جلدی پڑھ کر نماز کو خراب کرتے ہیں سبحان اللہ سوال آسمان سے اور جواب ریسمان سے کیونکہ ہماری گفتگو تو صرف اس امر میں ہے کہ بیس[۲۰] رکعات مشروع ہیں نہ یہ کہ جلدی جلدی پڑھ کر کوتاہی کا ارتکاب کرنے والے راستی پر ہیں، اور ان لوگوں نے

(باقی حاشیہ صـ۴۷ پر)

یرکع رکعتی الفجر اذا جاءہ المؤذن ومن روایۃ ھشام بن عروۃ وغیرہ
عن عروۃ عنھا ثلاث عشرۃ رکعۃ برکعتی الفجر وعنھا کان لا یزید
فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ اربعا اربعا وثلاثا و
وعنھا کان یصلی ثلاث عشرۃ ثمانیا ثم یوتر ثم یصلی رکعتین
وھو جالس ثم یصلی رکعتی الفجر وقد فسرتھا فی الحدیث الآخر منھا

ترجمہ:- ہیں تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مناسب نہیں کہ مسلمان کا حصہ رمضان میں جب وہ ملکوت سے مشابہت پیدا کرنے کے لیے گہرے سمندر میں غوطہ مارنے کا ارادہ رکھتا ہے دو گنے سے کم ہو ان کی عبارت ختم ہوئی اور صاحب تقریب لکھتے ہیں کہ یزیدؒ بن رومانؒ جو خاندان زبیرؓ کے غلام تھے ثقہ ہیں الخ رہا مفتی صاحب کا یہ اعتراض کہ بیس رکعت پڑھنے سے نماز تراویح کی ہیئت مسنونہ بدل جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے

صفحہ ۴۶ کا بقیہ حاشیہ

اطلاع میسر شدے تا آں بہ اصحاب را کہ نماز بجلدی خواندہ بخدمت حاضر شدہ بود وایشاں امر کردند کہ قم فصل فانک لم تصل محض ہمیں گفتندے کہ یک رکعت بخواں لیکن بآہستگی فافہم ۱۲ محمد ضیاء الدین قاضی عفی عنہ۔

(جو آٹھ پڑھتے ہیں) اپنی تسلی کے لیے خوب علاج سیکھ لیا ہے پس انکو چاہیئے کہ اگر کوئی شخص جلدی سے گیارہ رکعات پڑھتا ہے تو اس کو چار رکعت کا حکم دیدیں بلکہ فرائض میں بھی یہی وطیرہ ملحوظ رکھیں کاش کہ اس علاج سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع

میسر ہوتی تو آپ پہلے شخص صحابی کو جو جلدی سے نماز پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ نے اس کو یہ فرمایا تھا کہ اٹھ (پھر) نماز پڑھ کیونکہ تو نے (کامل) نماز نہیں پڑھی صرف اتنا ہی ارشاد فرما دیتے کہ ایک رکعت پڑھ مگر آہستہ پڑھ اس کو بخوبی سمجھ لو مسے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے حکم سے نہ یہ کہ اپنی طرف سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احکام مفوض نہ تھے آپ صرف احکام پہنچاتے تھے تفصیل دل کا سرور میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲ اصغر۔

رکعتا الفجر و عنہا فی البخاری ان صلوٰتہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل
سبع وتسع وذکر البخاری ومسلم بعد ھذا من حدیث ابن عباس ان
صلوٰتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشر رکعۃ ورکعتین بعد الفجر
سنۃ الصبح و فی حدیث زید بن خالد انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی
رکعتین خفیفتین ثم طویلتین و ذکر الحدیث وقال فی آخرہ فتلک
ثلاث عشرۃ قال القاضی قال العلماء فی ھذہ الاحادیث اخبار
کل واحد عن ابن عباس و زید و عائشۃ بما شاھد و اما الاختلاف
فی حدیث عائشۃ فقیل ھو منہا وقیل من الرواۃ عنہا فیحتمل
ان اخبارھا باحدی عشرۃ ھو الاغلب و باقی روایاتہا اخبار منہا بما

ترجمہ:- کہ اس کو نماز مغرب پر قیاس کرنا کہ اس کی چار رکعت پڑھی جائیں
قیاس مع الفارق ہے سبحان اللہ یہ نہایت غلو اور مبالغہ ہے اولاً اس لیے
کہ پہلے اس ہیئت کا لزوم اور دوام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
فعل سے ثابت کرنا چاہیئے (یعنی یہ کہ آپ ہمیشہ گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے)
مشہور محاورہ ہے پہلے تخت بناؤ پھر اس پر نقش و نگار کرو اس کے بعد پھر تغیر
ہیئت سے بحث کی جائے گی۔ امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ
کی روایت میں جو حضرت سعدؓ بن ہشامؒ کی سند سے آتی ہے ثابت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۹ رکعت پڑھتے تھے اور بسند عروۃؓ حضرت
عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہوتے
تھے جن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام کہتے تھے اور جب آپ کے پاس مؤذن
آچکتا تو آپ صبح کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور حضرت ہشامؒ بن عروۃؓ وغیرہ کی
روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ آتا ہے کہ آپ تیرہ ۱۳ رکعت
ادا کرتے تھے جن میں صبح کی دو سنتیں بھی ہوتی تھیں اور حضرت عائشہؓ سے
یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے

کان یقع نادرًا فی بعض الاوقات فاکثرہ خمس عشرۃ برکعتی الفجر واقلہ سبع وذٰلک بحسب ماکان یحصل من اتساع الوقت اوضیقہ بطول قرأۃ کما جاء فی حدیث حذیفۃ وابن مسعود اولنوم اوعذر مرض اوغیرہ اوفی بعض الاوقات عند کبر السن کما قالت فلما اسن صلی اللہ علیہ وسلم صلی سبع رکعات اوتارۃ تعد الرکعتین الخفیفتین فی اول قیام اللیل کمارواہ زید بن خالد وروتہا عائشۃ بعدھا وھذا فی مسلم اوتعد رکعتی الفجر تارۃ وتحذفہا تارۃ اوتعد احدھما وقدتکون عدت راتبۃ العشاء مع ذٰلک تارۃ وحذفہا تارۃ قال القاضی ولاخلاف انہ لیس فی ذٰلک حد لا یزاد علیہ ولا ینقص منہ وان صلوۃ اللیل من الطاعات التی کلما زاد فیہا زاد الاجر وانما الخلاف فی فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما اختارہ لنفسہ واللہ اعلم شرح نووی[۱] للمسلم وملا علی قاری درمرقات آوردہ اعلم انہ لم یوقت

ترجمہ:- زیادہ نہیں پڑھتے تھے یعنی چار چار رکعت پھر تین وتر اور ان سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ تیرہ[۱۳] رکعت پڑھتے تھے آٹھ اور پھر تین وتر پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے اس کے بعد فجر کی سنتیں پڑھتے اور دوسری روایت میں انہوں نے فجر کی سنتوں کی تشریح کی ہے اور ان سے بخاری میں یہ روایت بھی ہے کہ آپ کی رات کی نماز سات اور نو رکعت ہوتی تھی اور بخاری و مسلم نے اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ آپ کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی اور طلوع فجر کے بعد صبح کی دو سنتیں ہوتی تھیں اور حضرت زیدؓ بن خالدؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

---

[۱] جلد ۱ صفحہ ۲۵۴ ۱۲ صفدر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التراویح عددا معینا انتہیٰ ودر باب رکعتین بعد وتر کہ نشستہ میخوانند نوشتہ قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علیٰ ذٰلک بل فعل مرۃ اومرتین او مرات قلیلۃ ولا تغتر بقولھا کان یصلی[1] شرح نووی

ترجمہ:- تعالیٰ علیہ وسلّم نے پہلے ہلکی دو رکعتیں پڑھیں پھر لمبی لمبی اور پھر پوری حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ یہ تیرہ ۱۳ رکعتیں ہوگئیں، قاضی عیاض رح نے فرمایا کہ ان احادیث کے بارے میں علماء بیان کرتے ہیں کہ ان میں حضرت ابن عباس رض، حضرت زید رض اور حضرت عائشہ رض میں سے ہر ایک نے آپ سے جو کچھ (مختلف حالات میں) دیکھا وہ بیان کر دیا ہے۔ باقی رہا حضرت عائشہ رض کی روایت میں اختلاف تو اس سے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہی سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے روایت کرنے والوں کی طرف سے ہے سو اس کا احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رض نے گیارہ کے بارے

---

[1] امام نووی رح کے جملہ کان یصلی کے آگے عبارت اس طرح ہے:-

فان المختار الذی علیہ المحققون من الاصولیین ان لفظۃ کان لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار وانما ھی فعل ماض یدل علیٰ وقوعہ مرۃ فان دل دلیل علیٰ التکرار عمل بہ والا فلا تقتضیہ بوضعھا اھ نووی شرح مسلم جلد ۱ ص۲۵۴ ۱۲ صفدر

کہ بے شک مختار اور پسندیدہ بات جس پر اہل اصول کے محققین حضرات ہیں یہ ہے کہ لفظ کان دوام اور تکرار کو مستلزم نہیں ہے یقینی امر ہے کہ یہ تو فعل ماضی ہے جو ایک دفعہ کے وقوع پر دلالت کرتا ہے پس اگر کوئی دلیل تکرار پر دلالت کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ لفظ کان اپنی وضع کے لحاظ سے دوام اور تکرار کو نہیں چاہتا۔

للمسلم۔ لہٰذا صاحب سفر[1] سعادت دریں باب ہشت صورت در نماز شب نوشتہ کہ ہمہ صحیح اند پس آنچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمودہ کہ یازدہ رکعت در ماہ رمضان وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میخواند ایں ہم از ایام نوبت خود کہ در سال سی وشش روز میشود خبر دادہ و در روایات کمی و بیشی الاخود عائشہؓ و از غیر ایشاں نیز در ماسبق گذشتہ پس تغیر ہیئت یازدہ ہم سنت شدہ اگرچہ در سالے بماہ رمضان بہ نیت عمل بر سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ و سنت خلفاء الراشدین معمول کند و بر تقدیر تسلیم کہ یازدہ رکعت اغلب فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احتمال باشد و حفاظت ہمیں عدد مسنون باشد

ترجمہ:۔ میں جو خبر دی وہی آپ کی اکثر عادت ہو اور ان کی باقی روایتیں اس پر محمول ہوں کہ آپ سے جو نادر طور پر بعض اوقات میں انہوں نے دیکھا وہ بیان کر دیا فجر کی دو رکعتیں سنت ملا کر زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعتیں ہوتی ہیں اور کم سے سات رکعتیں اور یا یہ وقت کی فراخی اور تنگی اور طول قرأت کی وجہ سے ہوتا تھا جیسا کہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں آتا ہے یا نیند یا بیماری کے عذر یا اور کسی عذر کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے بعض اوقات میں ایسا ہوتا رہا جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے

---

[1] سفر السعادت کے الفاظ یہ ہیں :۔

وورد فی کیفیۃ قیام اللیل طرق ثمانیۃ کلہا صحیحۃ والمتعبد مخیر فی المواظبۃ علی ای ہذہ الانواع شاء او اختیار نوع منہا فی وقت دون وقت اھ سفر السعادت برحاشیہ کشف الغمہ جلد ۱ صـ۹۷ طبع مصر ۱۲ صفدر ۔

کہ رات کی نماز کی کیفیت کے بارے میں آٹھ صورتیں وارد ہوئی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں اور عبادت کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ ان قسموں میں سے جس پر چاہے دوام کرے یا ان میں سے کسی قسم کو کسی ایک وقت اختیار کرے اور کسی قسم کو کسی دوسرے وقت ۔

چنانکہ ادعائے مفتی است پس گویم کہ دوازدہ رکعت اُولیٰ بگفتۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کہ مستحب بود ادا کردیم و یازدہ رکعت کہ مسنون است آخر ہمہ خواندیم و ہیئت وتر را ہرچند لازم نبود نگاہ داشتہ ایم پس تغیر ہیئت کجا است بلکہ مثل لزوم او محقق ادعا است و مفتی را می باید کہ عمل مومن حتی الامکان بطورے حمل کند کہ موافق سُنت باشد چنانچہ در بیع دو خروار گندم دیک خروار جو بمقابلہ دو خروار جو دیک خروار گندم در باب ربوا بطورے تصریف میکنند کہ ربوا لازم نیاید حالانکہ محل عدم جواز ہم بود و این مفتی بسینہ زوری اعمال متبعان سنت را بدعت میگوید و سواد اعظم را از صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدین و علماء شرق و غرب از عہد عمر بن الخطاب تا امروز مخالف سنت قرار میدہد بلکہ سخن را بجائے رسانیدہ کہ تعریض با فعال مشرکین نمودہ این را تقلید آباء و اجداد عامل قرار دادہ امام شعرانی در کشف الغمہ[۱] آوردہ کانوا یصلونہا

ترجمہ:۔ تو سات رکعتیں پڑھتے تھے یا وہ کبھی اُن دو ہلکی پھلکی رکعتوں کو شمار کر لیتی ہوں گی جن کو آپ ابتداء قیام میں ادا کرتے تھے جیسا کہ حضرت زید رضؓ بن خالد رضؓ نے اور خود حضرت عائشہ رضؓ نے اس کے بعد ذکر کیا ہے اور یہ روایت مسلم میں ہے اور یا کبھی فجر کی دو رکعتوں کو بیان کرتی ہوں گی یا ان دونوں میں سے کبھی ایک کا ذکر کر دیتی ہوں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بعید ہے صفدر کہ عشاء کی دو رکعت سنتوں کا ذکر کر دیتی ہوں گی اور کبھی ان کا تذکرہ چھوڑ دیتی ہوں گی قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس میں کوئی ایسی حد متعین نہیں کہ جس میں کمی یا زیادت نہ کی جا سکے اور رات کی نماز ان نیکیوں میں سے ہے کہ وہ جتنی بھی زیادہ کی جائیں اجر بڑھتا چلا

---

[۱] کشف الغمہ جلد ۱ ص ۱۱۶ طبع مصر ۱۲ صفدر

فی اوّل زمان عمر رضی اللہ عنہ ثلاث عشرۃ رکعۃ وکان القاری یقرأ بالمئین من الآیات حتی کان الناس یعتمدون علی العصی من طول القیام وکان امامھم اُبی بن کعب وتمیم الداری رضی اللہ عنہما ثم ان عمر رضی اللہ عنہ امر بافضل ثلاث وعشرین رکعۃ ثلاث منہا الوتر واستقر الامر علی ذٰلک فی الامصار انتہٰی ودر درمختار[له] است قولہ وھی عشرون رکعۃ ھو قول الجمہور وعلیہ عمل الناس الیوم شرقاً وغرباً وعن مالک ست وثلاثون وذکر فی الفتح ان مقتضی الدلیل کون المسنون منہا ثمانیۃ والباقی مستحبا وذکرت جوابہ، فیما علقتہ، علیہ انتہی اگر بنظر تحقیق دیدہ شود از چند وجہ تغیر میدہند، سنت را وغوغاتے ایشاں محض بر عدد عشرین است چنانکہ اوّلاً در وقت تغیر دادہ اندکہ در اوّل شب میخوانند

ترجمہ:۔ جائے گا اختلاف تو صرف اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟ اور آپ نے اپنے لیے کیا پسند کیا؟ واللہ اعلم۔ (نووی شرح مسلم) اور حضرت ملا علی القاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ تو جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح میں کوئی تعداد مقرر نہیں کی، ان کی عبارت ختم ہوئی اور امام نوویؒ نے وتروں کے بعد دو رکعتوں کے بیٹھ کر پڑھنے کے باب میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ درست بات یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتروں کے بعد اس لیے بیٹھ کر پڑھی ہیں تاکہ عملاً وتروں کے بعد نماز کے جواز کا بیان فرما دیں نیز یہ بھی کہ نفل بیٹھ کر بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور آپ نے اس پر مداومت

[له] یہ عبارت ردالمحتار یعنی شامی کی ہے (ملاحظہ ہو جلد ۱ ص۵۱۱ طبع مصر) درمختار کتابت کی غلطی ہے واللہ اعلم ۱۲ صفدر

در سفر سعادت است وتر را گاہے در اوّل شب گاہ میانہ و اغلب در آخر شب میگزارند انتہی ثانیا[۲] درمکان کہ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ بصحت رسیدہ تغیر دادہ اند باجتماع ایشان در مساجد ثالثا[۳] طول قرأت کہ بر عصا تکیہ میکردند تغیر دادہ اند رابعا[۴] اربعا اربعا وثلاثا وارد شدہ وایشان مثنیٰ مثنیٰ و واحد میخوانند وسہ رکعت وتر راکہ دریں حدیث آمدہ ضعیف میگویند پس نیمہ حدیث نزد ایشان قابل احتجاج است ونیمہ ضعیف ومتروک العمل وعند الاستفسار میگویند سہ رکعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ بہ دو سلام میدادند وحال آنکہ از شرح مسلم وسفر سعادت معلوم میشود کہ گاہی سہ[۵] وگاہے یک وگاہے خمس وگاہے غیر آں میخواندو قرأت ایں سہ اعلی وکافرون و اخلاص نوشتہ اند خامسا[۶] بجماعت[۱] چرا میخوانند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم بعد چند روز جماعت ترک دادہ وافضلیت در تنہا فرمودہ

ترجمہ: نہیں کی بلکہ ایک دو دفعہ یا اس سے کچھ زیادہ مرتبہ ایسا کیا ہے اور ثم کان یصلی (کہ وہ پڑھا کرتے تھے) کے لفظ سے دھوکہ نہ کھانا نووی شرح مسلم۔ اسی لیے مصنف سفر سعادت نے رات کی نماز کے باب میں آٹھ صورتیں لکھی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں، پس جو کچھ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے یہ خبر دینا بھی ان کا اپنی باری کے

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیئس رمضان کی رات کو باجماعت رات کی تہائی تک اور پچیسویں رمضان کو نصف تک اور ستائیسویں کو اختتام سحری تک صرف تین راتیں باجماعت نماز پڑھائی ہے ملاحظہ ہو نسائی جلد ا ص۱۸۲ وغیرہ مگر غیر مقلدین حضرات پورا مہینہ باجماعت پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بھی تغیر سنت ہے ۱۲ صفدر

ساۮسا[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بعد خواب میخوانند وایشان قبل از نوم ایں ہمہ تغیرات میکنند و مخالف سنت نمیدانند فقط عدد عشرین را مُغیر ہیئت قرار ہند رحم اللہ من انصف ولم یتعسف اگر کسے تنہا بطول قرأت درخانہ یازدہ[۱۱] رکعت میخواند درادائے سنت اوقیل وقالے

ترجمہ:۔ دنوں کا ہے جو سال میں چھتیس[۳۶] دن ان کی باری کے ہوتے تھے (کیونکہ آپ کی اور ازواج مطہرات بھی تھیں اور آپ ان کو بھی باقاعدہ باری دیتے تھے۔ صفدر) اور خود حضرت عائشہ رضہ اور اسی طرح دوسرے حضرات سے کمی بیشی کی روایات پہلے گذر چکی ہیں، لہذا گیارہ کی ہیئت کو بدلنا اور اس کا تغیر کرنا بھی سنت ہوا۔ اگرچہ سال میں رمضان مبارک کے ماہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدین رضہ کی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے کیا جائے اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا عمل اکثر گیارہ رکعات پر تھا اور اس کی حفاظت ضروری ہے جیسا کہ مفتی صاحب کا دعوےٰ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم پہلی بارہ[۱۲] رکعات حضرات صحابہؓ کرام کے کہنے پر پڑھتے ہیں جو مستحب ہیں اور اسی کے بعد گیارہ رکعات جو مسنون ہیں ہم ادا کرتے

---

[1] کاش ایں محقران سنت صحابہؓ قدرے از کیود نفس متنبہ شدہ زبان از تعریضات نالائقہ باز داشتندے اگر شوق عبادت و ذوق اتباع زائد الوصف بود بلیستے کہ موافق فتوےٰ مولانا عبد العزیز محدث دہلویؒ اول شب بجماعت عامہ مومنین شامل شدہ سنت صحابہ ادا کردندے

کاش کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت کو حقیر سمجھنے والے یہ دوست نفس کی مکاریوں سے خبردار ہوتے تو نالائق قسم کی تعریفات اور چوٹوں سے زبان کو باز رکھتے اگر ان کو عبادت کا زائد الوصف شوق اور اتباع کا ذوق ہوتا تو ان کو چاہیئے تھا کہ حضرت مولانا عبد العزیز محدث دہلویؒ کے فتوےٰ

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۶ پر)

نیست اما ایں قدر افراط کہ در حق خوانندگا بیست رکعت ایں مفتی
کردہ پائے از طریقۂ انصاف بیروں نہادہ و تعریضات کہ کردہ
دأب ارباب اخلاق حمیدہ نیست اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا

ترجمہ:۔ ہیں اور طاق کی صورت کو اگرچہ وہ لازم نہ تھی ہم نے محفوظ ہی رکھا
پس تغیر ہیئت کہاں سے پیدا ہوا؟ بلکہ اس کا لزوم بھی (ہمارے) دعویٰ کو
ثابت کرتا ہے اور مفتی کو چاہیئے کہ حتی الوسع مومن کے عمل کا محمل ایسا قرار دے
جو سُنت کے موافق ہو جیسا کہ سُود کے باب میں دو خروار (خروار خر من
اور ڈھیر پر بھی بولا جاتا ہے، آپ اس کو ایک متعین مقدار سمجھ لیں) گندم
اور ایک خروار جَو کو جو دو خروار جَو اور ایک خروار گندم کے مقابلہ میں فروخت
کیے جائیں علماء اس کی اس طرح توجیہ کرتے ہیں کہ سُود لازم نہ آئے حالانکہ
بہ عدم جواز کا محمل بھی ہے (جبکہ مثلاً خروار گندم کو ایک خروار گندم کے مقابلہ
میں سمجھا جاتے) اور یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے

صفحہ ۵۵ کا بقیہ حاشیہ

کہ قیام رمضان است و در آخر شب
قصد تشبہ بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہشت رکعت باچار موافق روایت نسائی
بجا می آورد نہ سے کہ صلوٰۃ اللیل باصطلاح
محدثین ہمیں است کہ در رمضان وغیرہ برابر بود
۱۲ ضیاء الدین عفرلہ ولوالدیہ۔

کے موافق رات کے ابتدائی حصہ میں عام مومنین
کے ساتھ جماعت میں شریک ہو کر حضرات صحابہ
کرامؓ کی سُنت کو ادا کرتے کہ یہ قیام رمضان
(یعنی تراویح) ہے اور رات کے آخری حصہ
میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل
کے ساتھ تشبہ پیدا کرنے کی خاطر نسائی کی روایت
کے مطابق آٹھ یا چار رکعت ادا کرتے کیونکہ محدثین
کرامؒ کی اصطلاح میں یہی صلوٰۃ اللیل ہے جو
رمضان و غیر رمضان میں یکساں رہتی تھی۔

(رسالہ حاشیہ ... صفحہ ... سے)

اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔ تمت ھذا الکتاب بعون الملک الوھاب۔

ترجمہ:۔ والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر اس وقت حضرات صحابہ کرامؓ تابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ اور شرق و غرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سُنت قرار دیتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی ہے کہ ان حضرات کے فعل کو تعریض کر کے مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباء و اجداد کی تقلید کا عامل

باقی ترجمہ صفحہ ۵۸ پر

صفحہ ۵۶ کا بقیہ حاشیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی حضرت عائشہؓ کی ماکان یزید فی رمضان الحدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود غالباً بعدد یازدہ رکعت مع الوتر میرسد اھ (فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۱۹ طبع مجتبائی دہلی)

وہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہوتی تھی اور وتر دل کو ساتھ ملا کر عموماً گیارہ رکعت ہوتی تھی۔

گویا اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث نماز تراویح سے بالکل غیر متعلق ہے اس کا تعلق صرف نماز تہجد سے ہے جو بدستور رمضان و غیر رمضان میں ہوتی رہتی تھی اور اس میں کمی بیشی بھی ثابت ہے مگر اکثر حالات میں آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر کل گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدینؓ اور جمہور علماء امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور نفس امارہ کی آزادی اور تن آسانی سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ صفدر۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ ومتبعیہ الی یوم الدین۔

قرار دیتا ہے ۔ امام شعرانی رہ کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رض (کی خلافت) کے ابتدائی دور میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور امام سو سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے اور ان کے امام حضرت اُبَیّ بن کعب اور حضرت تمیم داری رض تھے اس کے بعد حضرت عمر رض نے تیئس ۲۳ رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور تین ان میں وتر تھے اور اس پر سب شہروں میں معاملہ پختہ ہو گیا اور در مختار میں ہے کہ ان کا قول تراویح بیس ۲۰ رکعت ہیں یہ جمہور کا قول ہے اور اسی پر آج تک مشرق و مغرب میں لوگوں کا عمل ہے اور امام مالک رح سے چھتیس ۳۶ رکعت کا ذکر بھی آیا ہے اور فتح التقدیر میں ہے کہ دلیل اس کو چاہتی ہے کہ آٹھ رکعت سنت اور باقی مستحب ہوں لیکن میں نے اس کا جواب اس کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے ختم ہوئی ان کی عبارت ، اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو آٹھ رکعات والے حضرات کئی وجوہ سے سنت کو بدلتے ہیں اور شور و غل صرف بیس ۲۰ کے عدد پر برپا کرتے ہیں ۔ اوّلاً وقت کو بدلتے ہیں کہ وہ رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے ہیں اور سفر سعادت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم وتر کبھی رات کے اول حصہ میں کبھی درمیان میں اور اکثر رات کے آخری حصہ میں ادا کرتے تھے ختم ہوئی عبارت وثانیاً انہوں نے جگہ کو بدل دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ (غیر فرضی) نماز گھر میں ہو حالانکہ وہ مسجدوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں وثالثاً لمبی قرأت کو انہوں نے بدل دیا ہے حالانکہ سلف صالحین لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے ورابعاً حدیث میں چار چار اور تین وارد ہوا ہے ۔ اور یہ دو دو اور ایک (وتر) پڑھتے ہیں اور تین رکعت وتر کو جو اس حدیث سے ثابت ہے ضعیف کہتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

(باقی ترجمہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ کریں)

پس آدھی حدیث تو ان کے نزدیک قابل احتجاج ہے اور آدھی ضعیف اور متروک العمل ہے اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تین وتر پڑھے ہیں آپ دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے حالانکہ شرح مسلم اور سفر سعادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر آپ نے کبھی تین اور کبھی ایک اور کبھی پانچ اور کبھی اس کے علاوہ بھی پڑھے ہیں اور لکھا ہے کہ ان تین وتروں میں آپ سورۃ الاعلیٰ سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی قراءۃ کرتے وخصوصاً یہ جماعت کے ساتھ کیوں پڑھتے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند دنوں کے بعد جماعت ترک کر دی تھی اور فرمایا کہ افضلیت تنہائی میں پڑھنے میں ہے۔ وسادساً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے کے بعد یہ نماز پڑھتے تھے اور یہ سونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں پس اتنے تغیرات کو یہ مخالف سُنت نہیں سمجھتے بس صرف بیس ۲۰ کے عدد کو مغیر سنت قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو انصاف سے کام لے اور تعصب نہ کرے ہاں اگر کوئی شخص اپنے گھر میں لمبی قرأت کے ساتھ گیارہ رکعت پڑھے تو اس کے لیے سُنت کے ادا ہونے میں کوئی قیل وقال نہیں ہے لیکن اس قدر افراط جو مفتی (محمد حسین) صاحب نے بیس ۲۰ رکعت پڑھنے والوں کے حق میں اختیار کی ہے اس طرح کرنے سے انہوں نے اپنا قدم انصاف کے دائرہ سے باہر کر دیا ہے اور جو جو تعریضات اور چوٹیں انہوں نے کی ہیں وہ اچھے اخلاق والوں کی عادت کے خلاف ہے۔ اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں حق کو حق ہی دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق بخش اور باطل کو باطل ہی کی صورت میں دکھا اور اس سے گریز کرنے کی توفیق مرحمت فرما (آمین ثم آمین) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔

حنفی شافعی وغیرہ اختلاف کا طعنہ دینے والوں
اور فقہ کو اختلاف کا سبب کہنے والوں کی
اندرونی داستان

غیر مقلّدین کے متضاد فتوے

تالیف

حافظ عبدالقدوس خان قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر
عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ، پاکستان

قیمت ستائیس ۲۷ روپے